ماہنامہ
اشرفیہ
نومبر ۲۰۱۹
مرکزی حکومت اور طلاق ثلاثہ
مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

صفر المظفر ۱۴۳۸ھ | نومبر ۲۰۱۶ء | جلد نمبر ۴۰ شمارہ ۱۱

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 20 روپے

سالانہ: 200 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ——— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ——— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر   15 £ پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org   E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

مولانا محمد ادریس مصباحی نے نشاط آفسیٹ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ

مبلغِ اسلام حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

مبارک حسین مصباحی

۶/ اکتوبر ۲۰۱۶ء ۴/ محرم الحرام ۱۴۳۸ھ بروز جمعرات ۱۱/ بجے کراچی میں حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری وصال فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ دو سال سے علیل تھے، ایک بڑے ہاسپیٹل میں زیرِ علاج تھے مگر صحت مقدر نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

"اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ." (سورہ یونس، آیت ۴۹)

ترجمہ: جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں

موصوف زبردست عالمِ ربانی اور شیخِ طریقت تھے، وعظ و خطابت میں بھی اپنی منفرد شناخت رکھتے تھے، زبان و قلم پر بھی گہری نگاہ رکھتے تھے، بات کہنے اور لکھنے کا ایک مخصوص انداز تھا آپ نے ہزاروں خطابات فرمائے اور درجنوں علمی، فقہی، فکری، تاریخی اور اصلاحی کتابیں لکھیں۔ دعوت و تبلیغ کا پاکیزہ جذبہ رکھتے تھے، پاکستان کے علاوہ کثیر ممالک کے تبلیغی دورے فرمائے، عام طور پر بیرونی ممالک جانے کے لیے دعوتوں کا انتظار نہیں فرماتے تھے، بلکہ اخلاص نیت سے جاتے اور بحسن و خوبی دعوتی خدمات انجام دیتے، آپ ایک بلند پایہ روحانی پیشوا تھے، ان کے مریدین و متوسلین کی تعداد بھی کثیر ہے، ان کی دعاؤں اور تعویذوں کے لیے بھی شیدائی بڑے مضطرب رہتے تھے۔ آپ دیگر ممالک میں ہوٹلوں کے بجائے عام طور پر مسلمانوں کے ساتھ راتیں گذارتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے، اعلیٰ سیرت اور بلند اخلاق تھے، محفلوں کو اپنی پرکشش باتوں سے لالہ زار بنائے رکھتے تھے، آپ کی گفتگو میں جھوٹ اور غیبت نہیں ہوتی تھی، بلکہ انتہائی سچی باتیں دلکش لب و لہجہ میں بیان فرماتے کہ نہ اہلِ مجلس اکتاتے اور نہ گھبراتے۔ آپ جو دینی اور اصلاحی گفتگو فرماتے، سامعین بڑی توجہ سے سنتے اور حق و صداقت قبول کرنے کے لیے پورے طور پر تیار ہو جاتے۔ آپ نے سیاسی اور سماجی طور پر بھی باضابطہ الیکشن میں کامیابی حاصل کی۔ غیر ملکی سیاسی دوروں میں بھی عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیغام عام کیا۔ تبلیغی دوروں میں صرف خطابات پر ہی اکتفا نہیں فرماتے بلکہ دینی اور اصلاحی کتابیں لے جاتے تھے۔ متعلقین کو پورے طور پر سنی صحیح العقیدہ بناتے اور آنے کے بعد ان سے رابطے بھی رکھتے تھے۔

ان کے خسر محترم شفیق استاد اور شیخ حضرت علامہ شاہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ زبردست عالمِ ربانی اور شیخ طریقت تھے، انھوں نے اپنی تعلیم استاذ العلما حافظِ ملت حضرت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی قدس سرہ العزیز اور دیگر اساتذہ سے جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں حاصل کی تھی، استاذ و تلمیذ میں انتہائی گہرا رابطہ تھا، حضرت قاری صاحب علیہ الرحمہ اپنے استاذ گرامی سے بے پناہ محبت فرماتے تھے، اسی مناسبت سے ان کے داماد حضرت سید شاہ علیہ الرحمہ بھی جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور حضور حافظِ ملت قدس سرہ العزیز سے حد درجہ محبت و عقیدت رکھتے تھے۔

صحیح تاریخ تو یاد نہیں، اندازہ یہی ہے کہ لگ بھگ بیس برس پہلے کی بات ہے، آپ خاکِ ہند کی عظیم درس گاہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور تشریف لائے تھے، اس وقت ان کی زیارت اور ان سے اکتساب فیض کا موقع ملا تھا، ان کے نام و کام سے تو پہلے ہی سے واقف تھے، چلتے پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے دیکھا، ان کی پیاری اور میٹھی باتوں نے بے حد متاثر کیا تھا۔ ان کی چند کتابیں انڈیا کے چند پبلشرز نے بھی شائع کی ہیں، ان اہم علمی کتابوں کو دیکھا اور بعض کو پڑھا ہے۔ ان کے وصال پر ملال کے بعد ان کے خطابات نیٹ پر سننے کا موقع بھی ملا، بڑے سکون کے ساتھ دینی اور اصلاحی موضوعات پر خطاب فرماتے تھے، ان کا خاص فن یہ تھا کہ انتہائی حکمت و موعظت کے ساتھ اپنی باتوں کو سامعین کے دلوں میں اتار دیتے تھے۔

انتقالِ پر ملال سے پہلے جمعۃ المبارکہ میں بھی عزیز المساجد جامعہ اشرفیہ میں آپ کی صحت اور سلامتی کے لیے دعائیں کی گئیں، دوسرے جمعہ کو ہم نے پاکستانی اخباروں کو دیکھا تو ان میں آپ کے وصالِ پر ملال کی خبر تھی، یہ حادثاتی خبر پڑھ کر ہم درد و غم میں ڈوب گئے، ہم نے اپنے انتہائی

قریبی بزرگ رفیق حضرت مفتی زاہد علی سلامی کو بتایا، انھوں نے بھی اظہارِ غم کیا، ہم لوگ دیر تک حضرت شیخ صاحب کا ذکر خیر کرتے رہے، ان کی مختلف ملکی اور عالمی خدمات کا تذکرہ ہوا، ہم نے ان کے لیے دعائے مغفرت کی، بعد میں اسی وقت عزیز المساجد کے امام جمعہ حضرت مولانا قاری محمد رضا مصباحی زید مجدہ کو بذریعہ موبائل یہ الم ناک خبر دی، انھوں نے بھی انتہائی غم کے ساتھ سنا۔ نماز جمعہ سے قبل آپ نے ان کی خدمات پر مختصر روشنی ڈالی، ان کے لیے دعائے مغفرت کرائی۔

اس رجلِ عظیم نے زندگی بھر دین وسنیت کی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کے فیوض وبرکات عام فرمائے اور تحریکوں کا سلسلہ دن بہ دن بڑھتا رہے، ان کے وارث وجانشین فرزندار جمند حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں عزم وحوصلہ عطا فرمائے کہ وہ ان کے نام وکام کو روشن رکھیں اور ان کے منصوبوں کو مزید تعمیر وترقی کے مراحل تک بھی پہنچائیں

ولادت وتعلیم:

آپ کی ولادت موجودہ ہندوستان کے قدیم معروف شہر ناندھیڑ کے قریب موضع "کلمبر" میں ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ/۱۵ر ستمبر ۱۹۴۴ء میں ہوئی۔ آپ کے والدِ گرامی کا نام حضرت سید شاہ حسین قادری مرحوم ہے۔ آپ کی والدہ کا نام اکبر النسا بیگم تھا، آپ والدہ کی جانب سے فاروقی ہیں، آپ کے ننہال میں حیدر آباد کی عظیم علمی شخصیت حضرت علامہ شاہ انوار اللہ فاروقی علیہ الرحمۃ بھی آتے ہیں۔ حضرت شیخ صاحب خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چشم وچراغ تھے۔

مدرسہ تحتانیہ دودھ بولی، بیرون دروازہ نزد جامعہ نظامیہ حیدر آباد دکن میں ابتدائی تعلیم حاصل کی، تقسیم ہند کے بعد ۱۹۵۱ء میں آپ اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ ہند سے پاکستان منتقل ہوگئے، آپ کراچی میں پی. آئی. بی. کالونی کے قریب لیاقت بستی میں مقیم ہوئے، اس کے بعد کورنگی، کراچی میں منتقل ہوگئے۔ پی. آئی. بی. کالونی میں قیام کے دوران "فیض عام ہائی اسکول" میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد آپ نے اپنے رشتے کے خالو جان پیر طریقت حضرت علامہ شاہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ سے گھر پر درس نظامی شروع فرمایا۔ اس کے بعد "دار العلوم امجدیہ" کراچی میں داخلہ لیا، یہاں متعدّد اساتذہ سے اکتساب فیض کیا، مگر زیادہ کتابیں حضرت علامہ شاہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ سے پڑھیں۔ جامعہ امجدیہ میں حضرت علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی ازہری علیہ الرحمۃ شیخ الحدیث تھے، دار العلوم سے فراغت کے ساتھ آپ سندِ فضیلت سے سرفراز کیے گئے، وقارِ ملت حضرت علامہ وقار الدین قادری علیہ الرحمۃ صدر شعبۂ افتا تھے۔ حضرت وقارِ ملت علیہ الرحمۃ نے آپ کو اعزازی سند سے سرفراز فرمایا۔

بیعت وخلافت:

۱۹۶۲ء میں بذریعہ خط تاج دارِ اہلِ سنت حضرت مفتی اعظم ہند قدس سرہ العزیز سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ ۱۹۶۸ء میں بریلی شریف حاضر ہوئے۔ اس وقت ۱۳ر دن تک آپ اپنے مرشدِ گرامی کی بارگاہ میں حاضر رہے، آپ نے باضابطہ فیوض وبرکات حاصل کیے، تعویذات کی اجازت اور تربیت حاصل کی، متعدّد بار آپ نے مسجدِ رضا بریلی شریف میں امامت فرمائی، مرشدِ گرامی نے آپ کی اقتدا میں نمازِ ادا کر کے شرف یاب فرمایا، مرشدِ گرامی کی جلوہ گری میں آپ نے متعدّد بار خطابات بھی فرمائے، شیخ طریقت نے آپ کو ڈھیر ساری دعائیں بھی عطا فرمائیں

آپ کے مرشدِ گرامی تاج دارِ اہلِ سنت حضرت مفتی اعظم ہند بریلوی، مرشدِ طریقت حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی اور شہزادۂ ضیاء الملت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان نے آپ کو مختلف اوقات میں سلسلہ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ، اشرفیہ، شاذلیہ، منوریہ وغیرہا سلاسل کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا۔

۱۹۷۷ء میں آپ نیروبی، کینیا تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے، واپسی میں فریضۂ حج ادا فرمایا اور بارگاہِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت حاصل کی، اسی دوران ضیاء الملت والدین حضرت علامہ شاہ ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی صحبت میں رہ کر بھی خوب اکتساب فیض کیا۔

اس طرح آپ نے اپنے ملک اور بیرونی ممالک میں بے شمار علمائے کرام اور مشائخ عظام سے ملاقاتیں فرمائیں علم وفضل اور تصوف و روحانیت کے مسائل اور افکار میں تبادلۂ خیالات کیا، آپ کے مریدین ومتوسلین کی تعداد مختلف ممالک میں کثیر ہے۔ آپ کی دعاؤں اور تعویذوں میں بڑی تاثیر تھی۔ ایک بار اہلِ علم کے ایک خاص پروگرام میں آپ کو مدعو کیا گیا اور "دعائیں اور تعویذات" آپ کو عنوان دیا گیا۔ آپ نے اپنے

خطاب میں دعاؤں کی تاثیرات اور تعویذات کی اثرانگیزی پر خطاب فرمایا، آپ نے باضابطہ تعویذات دکھانے شروع فرمائے، سامعین بڑی توجہ سے آپ کے تعویذات دیکھ رہے تھے، دورانِ خطاب ایک جدید تعلیم یافتہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے کہا: "پیر صاحب! ان ہندسوں میں کیا رکھا ہے؟ یہ سب بیکار ہیں ان میں کوئی اَثر اُثر نہیں۔ اب پورا مجمع مضطرب ہوگیا، آپ نے ایک لمحے کی تاخیر کیے بغیر ارشاد فرمایا: اے لوگو! یہ صاحب فرمارہے ہیں کہ ہندسوں میں کیا رکھا ہے، آپ میں سے کوئی صاحب اٹھیں اور ان کی کرسی پر لکھ دیں چار، دو اور زیرو۔ پھر ان سے کہیں اس کرسی پر بیٹھے رہیں۔ جب آپ نے ہندسوں کی اہمیت پر ایک مختصر سی بات کہی تو تمام سامعین کھکھلا کر ہنس پڑے اور وہ ناعاقبت اندیش معترض ہر ایک کی نگاہ میں چڑھ گیا، بلکہ شیخ صاحب کے فرمودہ ہندسوں کا صحیح مصداق بن گیا۔

تقریب نکاح اور اولاد:

آپ کا عقد مسنون ۱۹۶۶ء میں حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کی دختر نیک اختر سے ہوا۔ آپ کے تین فرزند سید شاہ سراج الحق قادری، سید شاہ عبد الحق قادری اور سید شاہ فرید الحق قادری ہوئے اور چھ بیٹیاں پیدا ہوئیں، ان میں سے ایک بیٹی کا تین سال کی عمر میں وصال ہوگیا، باقی سب اولاد بقیدِ حیات ہیں۔

آپ کے بڑے فرزند نے درسِ نظامی پڑھا مگر تکمیل سے پہلے چھوڑ دیا جب کہ دوسرے فرزند ارجمند حضرت مولانا سید شاہ عبد الحق قادری دام ظلہ العالی "دار العلوم امجدیہ" کراچی کے فاضل اور معروف خطیب ہیں۔ دین وسنیت کی خدمات میں مصروف رہتے ہیں، آپ نے ہی اپنے والد گرامی کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ آپ کے نانا جان حضرت قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ نے رہنمائی فرمائی، آپ کا نام محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے اسمِ گرامی پر رکھا گیا، نانا جان نے آپ کے عالمِ باعمل ہونے کی دعا بھی فرمائی۔ آپ اپنے بزرگوں کی دعاؤں اور اساتذۂ کرام کی محنتوں سے بڑے عالمِ دین ہیں، مقبول خطیب ہیں، امامت وخطابت کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے ہیں اپنے والد ماجد کے قائم کردہ ادارے "دار العلوم مصلح الدین" کا نظم ونسق بھی دیکھتے ہیں۔ آپ اپنے والدِ گرامی کے سچے جانشین ہیں اور ان کے مشن کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

حضرت شاہ صاحب کے چھوٹے فرزند کاروبار کرتے ہیں، حضرت شاہ صاحب کی سب سے چھوٹی صاحب زادی عالمہ ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ تمام اولاد نیک ہے۔

امامت وخطابت:

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمۃ کثیر اوصاف وکمالات کے حامل تھے، کامیاب مدرس، معیاری قلم کار، الجھے مسائل کو سلجھانے والے مفتی، تقویٰ شعار مرشدِ طریقت، امامت وخطابت میں یکتائے روزگار، بدمذہبوں سے آمنے سامنے کامیاب تقریری مناظرے کرنے والے عظیم داعی اور کتب واخبارات میں اہلِ باطل کا تحریری جواب دینے والی عظیم شخصیت، آپ نے وعظ وخطابت کا بھی بڑا سلجھا ہوا انداز پایا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے بے شمار لوگوں کو حق وصداقت کا راہی بنادیا۔ آپ نے کثیر بیرونی ممالک کے دعوتی اور تبلیغی دورے فرمائے۔ ہم ذیل میں قدرے تفصیل رقم کرتے ہیں:

۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۰ء تک "محمدی مسجد" کورنگی، کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۸۲ء تک "اخوند مسجد" کھارادر، کراچی میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیے۔ امامت وخطابت کا مقصد صرف اسی حد تک محدود نہیں تھا، بلکہ آپ اس کے ساتھ ایک عظیم داعی اور عالمِ ربانی کی بھی خدمات انجام دیتے تھے۔ اخوند مسجد میں خدمت کے دوران نوجوانوں کی خاصی تعداد آپ سے منسلک ہوگئی تھی، آپ نے متعدد تحریکیں شروع فرمائیں (۱) سنی باب الاشاعت (۲) تحریک عوام اہلِ سنت (۳) انجمن اشاعت الاسلام (۴) جمعیۃ اشاعت اہلِ سنت (۵) حقوقِ اہلِ سنت اور دعوتِ اسلامی وغیرہ کا قیام ہوا۔ ہر پلیٹ فارم سے دین وسنیت کی اہم خدمات انجام پارہی ہیں۔

حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ آپ کی کتاب "امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ" کی تقریظ میں رقم طراز ہیں:

"ان کی مصروفیات کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح ایک آدمی اتنے کام سرانجام دیتا ہے، عصر سے مغرب تک وہ حاجت مندوں کی بھیڑ میں گھرے ہوئے ہوتے ہیں، کوئی بیماری یا گھریلو ناچاقی کے لیے دعا یا تعویذ کا طلب گار ہے، کوئی کسی

محکمے میں سفارش کراوانا چاہتا ہے، کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے۔ شاہ صاحب کی عالی ہمتی دیکھیے کہ وہ ہر کسی کو خندہ پیشانی کے ساتھ مطمئن کرتے ہیں۔" (امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۱۸،۱۹)

غیر ملکی تبلیغی دورے:

آپ نے ۱۹۶۲ء سے باضابطہ وعظ و خطابت کا سلسلہ شروع فرمایا اور پھر وصال مبارک سے دو سال قبل تک یہ سلسلہ جاری رہا اور ان دو سالوں میں بھی گاہے بہ گاہے خطابات فرماتے۔ ہم نے نیٹ پر ان دنوں کے بھی خطابات سماعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ ۱۹۷۷ء میں آپ نے غیر ملکی تبلیغی دورے شروع فرمائے۔ آپ نے پہلا دورہ نیروبی کینیا کا فرمایا، عرب امارات، سری لنکا، انڈیا، بنگلہ دیش، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، بلجیم، امریکہ، ساؤتھ افریقہ، تنزانیہ، زمبابوے، عراق، زنزیبار، زیمبیا، اردن اور مصر وغیرہ تشریف لے گئے۔

سرکاری وفد کے رکن کی حیثیت سے آپ نے اس وقت کے وزیر اعظم محمد خاں جونیجو کے ہمراہ عوامی جمہوریہ چین کا دورہ کیا اور سرکاری وفد کے رکن کی حیثیت سے اردن اور مصر کا بھی دورہ فرمایا۔

آپ ایسے ممالک بھی تشریف لے گئے جہاں عام طور پر علماے کرام تشریف نہیں جاتے، وہاں کے لوگ بہت غریب ہیں، ایسے مقامات پر نہ وہ لوگ مدعو کرتے ہیں اور عام طور پر علماے کرام کے لیے یہ ممکن نظر نہیں آتا ہے کہ اپنی جیب خاص سے رقم خرچ کر کے وہاں جائیں۔ حضرت علامہ شاہ سید تراب الحق قادری فرماتے تھے کہ ہم بغیر دعوت کے دیگر ممالک کا دورہ کرتے ہیں، اس کی وجہ انھوں نے فرمائی کہ ہر جگہ مسلمانوں میں اختلاف ہے، اگر کوئی بلاتا ہے تو اس کی مرضی کے بغیر دوسری جگہ جانا اور وہاں دعوت و تبلیغ کا فریضہ انجام دینا مشکل ہوجاتا ہے۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

> "میں کینیا کے ایک جزیرے زنزیبار گیا، لسانی فسادات میں وہاں بہت نقصان ہوا، ہم وہاں ایک مسجد میں پہنچے تو چند ہی لوگ جلسے میں شریک ہوئے، ہمیں بہت حیرانی ہوئی، ہم نے باہر نکل کر معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ مقامی لوگوں نے اپنے تئیں یہ گمان کر لیا کہ کوئی تبلیغی درود و فاتحہ کا منکر ہی آیا ہوگا، جو کم و بیش پچاس سال سے لگاتار بدلتے چہروں کے ساتھ نام نہاد مذہب کا پرچار کرنے چلے آتے ہیں۔ آج سے پچاس سال قبل مبلغ اسلام حضرت مولانا عبد العلیم صدیقی علیہ الرحمۃ تشریف لائے تھے، ان کے بعد آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔ ہم نے لوگوں کو اکٹھا کر کے دن میں جلسہ رکھا اور الحمد للہ عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ کچھ عرصے کے بعد ہندوستان کے ایک عالم دین کو بھیجا اور مدرسہ بھی قائم ہوا۔"

حضرت شاہ صاحب فرماتے تھے کہ امریکہ وغیرہ ملکوں میں عام طور پر دو سوالات ہوتے ہیں: "کیا اور کیوں" اس لیے ان ممالک میں باصلاحیت افراد کو بھیجنا چاہیے۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ عام طور علما اور مشائخ ان ممالک میں ہوٹلوں میں قیام کرنا پسند کرتے ہیں اور وقت پر پروگراموں میں شریک ہوتے ہیں۔ عوام و خواص پر اس کے گہرے اثرات مرتب نہیں ہوتے۔

حضرت شاہ صاحب نے ایک بار ارشاد فرمایا:

> "میں جب بھی تبلیغی دورہ پر گیا، کبھی رات کو نہیں سویا، بعد نمازِ فجر ہی سویا، لوگوں میں رہ کر لوگوں کے مسائل حل کرتا ہوں، کیوں کہ لوگوں میں مسائل کی پیاس ہے، ان کے مسائل حل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔"

آپ نے مزید فرمایا:

> "یورپ فحاشی اور عریانی کا گڑھ ہے، وہاں کے لوگ لادینیت میں مبتلا ہیں، وہ کسی مذہب کو نہیں مانتے، ایسے ملکوں میں بھی مذہبی گھرانے ہیں، پورے کے پورے خاندان مذہبی ہیں۔ ایک پادری نے مجھ سے کہا: آپ یہاں کچھ سال رہ جائیں، آپ اپنی تیس فیصد ایمانی حلاوت کھو بیٹھیں گے، آپ کی دوسری نسل پچاس فیصد مسلمان رہ جائے گی، آپ کی تیسری نسل بیس فیصد مسلمان رہ جائے گی، آخر کار آپ کی چوتھی نسل پر ہمارا قبضہ ہوجائے گا۔"

حضرت شاہ صاحب امریکی گرین کارڈ کی بھی مخالفت فرماتے تھے۔ آپ کا ارشادِ گرامی تھا کہ بعض لوگ گرین کارڈ کے لیے اپنا دین و ایمان بھی ضائع کر دیتے ہیں۔ اسپین حضرت طارق بن زیاد نے فتح کیا تھا، وہاں مسلمانوں کے بڑے تاریخی ادوار گزرے مگر جب اپنے دورِ عروج میں مسلمانوں نے عیاشی

اور فحاشی شروع کی تو وہاں سے مسلمانوں کا زوال شروع ہوا اور ایک دن وہ آیا کہ مسلمانوں پر مکمل زوال آگیا۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''ہم نے اسپین کے شہر ویلنسا میں ایک مسجد کی جگہ خریدی اس کا نام ''فیضانِ مدینہ'' رکھا، ہم نے اس میں جمعہ کی نماز بھی پڑھائی، اسپین میں لفظ مسجد استعمال نہیں کر سکتے، اس مجبوری کی وجہ سے ہم نے اس کا نام ''فیضانِ مدینہ'' رکھا، اس طرح کلچر اور سینٹر وغیرہ نام رکھے جاتے ہیں۔''

آپ نے اسپین کے دورے کے تعلق سے مزید فرمایا:

''اسپین میں کئی مقامات کے نام اب بھی عربی ہیں جیسے ''جبل الطارق''، ''قرطبہ'' وغیرہ، ہم نے ''مسجد قرطبہ'' کا دورہ کیا۔ اسے دیکھ کر ہمارا دل رنجیدہ ہوا۔ اتنی عظیم الشان مسجد جو کہ بالکل مسجد نبوی ﷺ کے ماڈل پر تیار کی گئی تھی، آج اس کو گرجا گھر بنا دیا گیا ہے۔ محرابوں میں بت نصب کئے گئے ہیں، جگہ جگہ شیر کی تصاویر لگی ہوئی ہیں۔ مسجد کے اندر بنچ لگائے گئے ہیں جس میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عیسائی اپنی عبادت کرتے ہیں، مینار کے اندر جہاں موذن اذان کہتا تھا وہاں گھنٹا نصب کیا گیا ہے، مینار کے اوپر صلیب نصب کئے گئے ہیں تا کہ کوئی یہ جان ہی نہ سکے کہ یہ پہلے مسجد تھی۔ اس کا نام اب بھی قرطبہ ہی ہے، جگہ جگہ قرطبہ کے بورڈ لگے ہوئے ہیں۔ جب اس مسجد کو گرجا بنایا گیا تو اسلامی ممالک میں سے کسی نے بھی اس کے خلاف آواز نہ اٹھائی۔''

تقریری اور تحریری مناظرے:

آپ ایک کامیاب مناظر بھی تھے، آپ نے کثیر تقریری اور تحریری مناظرے فرمائے۔ آپ کے تقریری مناظرے تو متعدّد ہیں، ایک مشہور مناظرہ دار العلوم کورنگی کراچی کے ایک مولوی ''محمد فاضل'' سے ہوا، جس میں آپ کے ساتھ بحیثیت صدر مناظرہ مفتی اعظم سندھ مفتی محمد عبداللہ نعیمی شہید علیہ الرحمۃ بھی تھے، اس مناظرہ میں آپ نے اپنے حریف کو شکست فاش دی، ایک مناظرہ ''حزب اللہ کراچی'' کے سربراہ ڈاکٹر کمال عثمانی سے ہوا، جس میں وہ ظالم اور گستاخ اولیا بری طرح ہار گیا۔

۱۹۸۰ء میں روز نامہ جنگ کراچی کے جمعہ ایڈیشن میں عنوان ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' چلتا تھا، اس میں مولوی یوسف لدھیانوی نے ایک سوال کے جواب میں لکھ دیا ''قبروں پر پھول ڈالنا جائز نہیں'' تو آپ نے اس کا تعاقب فرمایا اور جواب لکھ کر اگلے جمعہ کے اخبار میں شائع کرایا، اس طرح قریب تین ماہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا، پھر اس نے ''اختلافِ امت اور صراطِ مستقیم'' کے نام اپنے انھیں مضامین پر مشتمل کتاب مرتب کی، مگر افسوس کہ آپ کے جوابات کو قطعاً نظر انداز کر دیا۔

اسی طرح اور بھی آپ کے مناظروں کی تفصیلات ہیں جن کی اس مختصر سی تحریر میں گنجائش نہیں۔

سیاسی اور تحریکی خدمات:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے ملک اور دیگر درجنوں ممالک میں مسلکِ حق اہلِ سنت و جماعت کے فروغ کے لیے بے پناہ کوششیں فرمائیں۔ باطل فرقوں کی زبردست تردیدیں فرمائیں اور اہلِ سنت و جماعت میں داخلی انتشار کو ختم کرنے کے لیے بہت زیادہ جد و جہد فرمائی، مدارس اور خانقاہوں کے اختلافات کو ہر ممکن حد تک نیست و نابود کرنے کی کوشش فرمائی، اہلِ سنت کی غیر سیاسی عالمی تحریک دعوتِ اسلامی کی حد درجہ مدح سرائی فرمائی۔ آپ نے دعوتِ اسلامی کے عالمی امیر اور ذمہ دار مبلغِ اسلام حضرت علامہ شاہ محمد الیاس عطّار قادری دامت برکاتہم العالیہ سے گہرے روابط رکھے۔ وصال پر ملال سے چند دن پہلے مرشدِ طریقت حضرت علامہ شاہ محمد الیاس عطّار قادری نے آپ کی الیکٹرانک ذرائع سے عیادت فرمائی۔ انتقالِ پر ملال کے بعد مدنی چینل پر حضرت امیر اہلِ سنت اور دیگر ذمہ داروں نے بے پناہ اظہارِ افسوس فرمایا، آپ کی خدمات کی تعریف فرمائی اور آپ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔

۱۹۶۷ء میں آپ کو جماعتِ اہلِ سنت پاکستان کراچی کے حلقہ کرنگی کا امیر منتخب کیا گیا، ۱۹۹۲ء میں کراچی میں جب جماعت اہلِ سنت متاثر ہوئی، عدالتی فیصلے کی وجہ سے جماعت کے دفتر محمدی مینشن جوبلی مارسٹن روڈ پر واقع تھا، اسے خالی کرالیا گیا، آپ نے جماعت اہلِ سنت کے کام کا بیڑا اٹھایا اور ایک دفتر خرید کر جماعت کی تنظیم سازی فرمائی۔ آپ اپنے حلقہ کے امیر ہونے کے ساتھ جماعت کے ناظم کے ناظم الامور بھی تھے۔

آپ نے اپنے ملک اور دیگر ممالک میں بھی جماعت کا کام جاری رکھا۔

اہلِ سنت کا ایک خواب سیکریٹریٹ کا قیام تھا، اس میں تحقیقاتی ادارے، مہمان خانے، اسکولز، یونیورسٹیاں، تجارت اور اسلامی بینکنگ نظام قائم ہو اور دنیا بھر کے لوگوں سے مضبوط روابط ہوں، اکیسویں صدی کے آغاز میں "انٹرنیشنل سنی سیکریٹریٹ" کی صورت میں یہ خواب پورا ہوا۔ اس کے قیام میں بھی آپ پیش پیش رہے۔ اس ادارے کے ذیلی شعبوں کی تعداد انیس ہے۔

تحریک ختم نبوت اور تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے اپنے خطابات اور تحریروں سے مسلسل کوشش فرمائی، گرفتاری کی بھی کوشش کی گئی مگر آپ کو گرفتار نہیں کیا جاسکا، شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری، حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، حضرت علامہ عبدالستار خاں نیازی اور حضرت علامہ شاہ سید تراب الحق قادری نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت حکومتی سطح پر منوالیا۔

اس طرح تحریک نظامِ مصطفیٰ میں بھی آپ نے بھرپور حصہ لیا، اس وقت وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کی اسلام مخالف پالیسیوں کی تردید میں آپ بڑے بڑے جلسوں میں خطابات فرماتے، بھٹو کی بیوی کا نام "نصرت" تھا۔ آپ نے ایک بار اپنے خطاب میں فرمایا "بھٹو" کا زوال قریب ہے اب "نصرت" ہماری ہے۔ اس جملے کو ملک بھر میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی۔

آپ نے ۱۹۸۵ء میں کراچی کے حلقہ این اے ۱۹۰ سے جماعت اسلامی کراچی کے محمد حسین محنتی کو بھاری اکثریت سے ہرا کر قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ اس وقت الیکشن میں حصہ لینے سے تحریک اہلِ سنت جمعیۃ علمائے پاکستان نے انکار کیا، اس سب کے باوجود نظامِ مصطفیٰ گروپ نے زبردست حصہ لیا اور بفضلہ تعالیٰ بڑی کامیابی بھی ملی۔ آپ سے جب سوال کیا گیا کہ آپ نے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ کیوں لیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ اگر حصہ نہیں لیتے تو حسبِ سابق ایک بار پھر جماعتِ اسلامی آجاتی اور ہم کچھ نہیں کرسکتے تھے۔

آپ نے زندگی بھر اہلِ سنت و جماعت کی کثیر جہتوں میں خدمات انجام دیں اور عہدوں پر بھی فائز ہوئے جن میں چند حسب ذیل ہیں:

(۱) کونسلر، کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن
(۲) رکن، لاءکمیٹی کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن
(۳) چیئرمین، تعلیمی کمیٹی کراچی میٹروپولیٹن کارپوریشن
(۴) رکن، انٹرمیڈیٹ بورڈ کراچی
(۵) چیئرمین، انسداد جرائم کمیٹی، کراچی
(۶) رکن قومی اسمبلی، ۱۹۸۵ء میں حلقہ ۱۹۰-N/۸ کراچی ساؤتھ
(۷) ڈائریکٹر، جاویداں سیمنٹ فیکٹری (سرکاری نامزدگی)
(۸) رکن، مرکزی رویت ہلال کمیٹی پاکستان
(۹) چیئرمین، مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ، کراچی
(۱۰) چیئرمین، جامعہ انوار القرآن قادریہ رضویہ، گلشن اقبال، کراچی
(۱۱) چیئرمین، مصلح الدین ویلفیئر سوسائٹی، کراچی
(۱۲) چیئرمین، المسلم ویلفیئر سوسائٹی کراچی
(۱۳) ٹرسٹی/ناظمِ تعلیمات، دار العلوم امجدیہ، کراچی
(۱۴) سرپرست، انجمن اشاعت اسلام
(۱۵) سرپرست سنی اتحاد کونسل
(۱۶) رکن، سنی رہبر کونسل
(۱۷) سرپرست، اعلیٰ جمعیت اشاعت اہلِ سنت
(۱۸) سرپرستِ اعلیٰ، دار العلوم مصلح الدین
(۱۹) سرپرست، اعلیٰ بزمِ رضا
(۲۰) سرپرست اعلیٰ، جمعیت اشاعت اہلِ سنت
(۲۱) سرپرست اعلیٰ، تحریک عوام اہلِ سنت
(۲۲) رکن، سنی تحریک علما بورڈ
(۲۳) رکن، کمیٹی برائے سنی سیکریٹریٹ، لاہور
(۲۴) ناظم، جماعتِ اہلِ سنت ورلڈ
(۲۵) امیر جماعت اہلِ سنت، کراچی۔

ان عہدوں پر آپ فائز رہے اور بعض پر آخری عمر تک خدمات انجام دیتے رہے۔

قلمی خدمات:

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ بے پناہ خوبیوں کے ساتھ ایک باوقار اور سلجھے ہوئے قلم کار بھی تھے، آپ نے اخبارات ورسائل میں اپنے گراں قدر مضامین اور مقالات بھی شائع کرائے، فکروخیال کے بدلتے حالات میں تحریری کامیاب مناظرے بھی کیے۔ آپ باضابطہ شرعی مسائل

کے جوابات بھی تحریر فرماتے اور الیکٹرانک ذرائع سے بھی سائلین کے جوابات عنایت فرماتے۔ آپ نے باضابطہ صحافتی خدمات بھی انجام دیں، ۱۹۶۷ء میں جب آپ کو کراچی کے جماعت اہلِ سنت حلقہ کورنگی کا امیر منتخب کیا گیا، اس وقت جماعت کے زیرِ اہتمام شائع ہونے والے ماہ نامہ ”ترجمانِ اہلِ سنت“ کو بھی آپ ہی چلاتے رہے اور ماہ نامہ ”افق“ کے ”روحانی کالم“ میں شرعی مسائل کے جوابات بھی آپ لکھتے رہے۔ آپ نے اپنی ہزار مصروفیات کے باوجود دو درجن سے زائد کتابیں لکھیں، سرِ دست دستیاب فہرست حسب ذیل ہے:

(۱)تصوف وطریقت (۲)خواتین اور دینی مسائل (۳)ضیاء الحدیث (۴)جمالِ مصطفیٰ
(۵)امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ (۶)مزارات اولیا اور توسل (۷)فلاح دارین (۸)رسول اللہ کی نماز
(۹) مبلغ بنانے والی کتاب (۱۰)حضور ﷺ کی بچوں سے محبت (۱۱)دینی تعلیم (۱۲)تفسیر سورۂ فاتحہ
(۱۳)مبارک راتیں (۱۴)اسلامی عقائد (۱۵)تبلیغی جماعت کی نقاب کشائی (۱۶)جنتی لوگ کون؟
(۱۷)مسنون دعائیں (۱۸)فضائل شعبان المعظم (۱۹)فضائل صحابہ واہلِ بیت (۲۰)تفسیر سورۂ والضحیٰ تا سورۂ ناس
(۲۱)دعوت وتنظیم (۲۲)کتاب الصلوٰۃ (۲۳)اعتکاف کے فضائل
(۲۴)تحریک پاکستان میں علمائے اہلِ سنت کا کردار۔

آپ کی تحریروں میں لب ولہجہ کا بانکپن ہے، فکر وخیال کی بلندی اور دور اندیشی پورے طور پر جلوہ گر رہتی ہے۔ آپ نے قرآن وحدیث اور اقوالِ سلف کی روشنی میں بڑے معلومات افزا موضوعات پر نقوشِ قلم چھوڑے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ آپ بڑی حد تک اپنے طے شدہ موضوع کا احاطہ فرما لیتے ہیں۔ موضوعات کے انتخاب میں بدلتے حالات کے تقاضے ملحوظِ خاطر رہتے ہیں، مثال کے طور پر آپ کی یہ کتابیں مبلغ بنانے والی کتاب، حضور ﷺ کی بچوں سے محبت، دعوت وتنظیم، ان میں سے دو کا مطالعہ کیا، دل ودماغ باغ باغ ہوگئے۔ اپنے موضوعات پر مفاہیم کو بڑے سلیقے سے جمع فرمایا ہے۔ آپ ایک عالمی مبلغ تھے، آپ خوب جانتے تھے کہ پانی کہاں کہاں مر رہا ہے، ہر مقام پر دلائل وشواہد کی کثرت رہتی ہے، انھیں دلائل کی تیز روشنی میں آپ موجودہ حالات کا تجزیہ فرماتے ہیں، ضرورت ہے کہ آپ کی جو کتابیں غیر مطبوعہ ہیں انھیں سلیقے سے شائع کیا جائے اور خاص طور پر آپ کے گراں قدر فتاویٰ کو مرتب کیا جائے۔ اس حوالے سے ہماری نظر ان کے جانشین پر جاتی ہے، وہ اپنے طور پر ایک بورڈ بنا کر اس کام کو فروغ دیں۔

علما و مشائخ اور دانش وران امت کے گران قدر تاثرات:

اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اہلِ سنت وجماعت کے عظیم داعی اور بلند پایہ قلم کار تھے۔ آپ نے امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز کے افکار وخیالات کو بھی بیش تر ممالک میں فروغ دیا۔ سنیت کا فروغ ان کا خاص مشن تھا، رشد وہدایت، دعوت وتبلیغ اور تحریر ومناظرہ ہر مقام پر اور ہر موقع پر اس کا بھرپور خیال فرماتے، ان کو لمبے نذرانوں اور خوشامدوں کی ہوس نہیں تھی، وہ ایک عظیم داعی اور قاعد کی حیثیت سے متعارف تھے۔

اہلِ سنت وجماعت میں ان کے بڑے گہرے اثرات تھے، بڑے بڑے یکتائے روزگار علمائے کرام اور نام ور مشائخ عظام نے آپ کی شخصیت وفکر کے حوالے سے وقیع تاثرات کا اظہار فرمایا ہے۔

معروف محقق اور قلم کار حضرت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

> ”حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی... آپ جلسوں میں تقاریر کرتے ہیں، انٹرنیٹ پر دنیا بھر سے آنے والے سوالوں کے جوابات دیتے ہیں، تبلیغ کے لیے امریکہ، افریقہ، برطانیہ اور دیگر ممالک کا سفر کرتے ہیں... اس کے باوجود تصنیف وتالیف کے لیے بھی وقت نکال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے نوجوان علما بھی ان کے انداز میں وقت کی

قدر کرنا سیکھیں اور اسلام و سنیت کا پیغام اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچانا اپنا فرض منصبی یقین کر لیں تو بہت سی بیماریوں اور مفاسد کا ازالہ ہو سکتا ہے۔" (امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۱۹)

شیخ الحدیث حضرت مفتی عبد الرزاق بھترالوی جامعہ جماعتیہ راولپنڈی اپنی تقریظ میں رقم طراز ہیں:

"حنفی حضرات کو باطل مذہب والوں سے بچانے کے لیے پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ پیر سید الشاہ تراب الحق قادری مدظلہ العالی نے سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں یہ کتاب تصنیف کر کے احسانِ عظیم فرمایا۔ آپ کا ارشاد فرمایا ہوا یہ جملہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہے "میں نے خیال کیا کوئی مانے یا نہ مانے کم از کم اپنا تو کوئی نہ بھاگے۔"

(امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۲۵)

پروفیسر سید عبد الرحمٰن شاہ بخاری شریعۃ اکیڈمی انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد جو اپنے وقت کے محقق جلیل اور ادیب شہیر ہیں۔ آپ نے امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک پر مغز تقدیم تحریر فرمائی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"پیشِ نظر کتاب پیر طریقت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری زید مجدہ کی انمول کاوش ہے... شاہ صاحب کا شمار اہلِ سنت کی برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے... آپ کی شخصیت، علم، عمل اور روحانیت کا مرقع ہے... دینی دعوت، سماجی خدمت اور سیاسی عزیمت کے ہر محاذ پر سرگرمِ عمل ... خطابت، مناظرہ، تدریس اور تصنیف کے ہر شعبے میں بیک وقت فعال اور کامیاب... کئی بلند پایہ تصانیف منظرِ عام پر آچکی ہیں... زیرِ نظر کتاب "سیدنا امام اعظم" امام اعظم ابو حنیفہ کی بارگاہِ عالی میں حضرت شاہ صاحب کی طرف سے ارمغانِ محبت ہے... دنیا کو آج امامِ اعظم کی بے مثال فقہی بصیرت سے روشناس کرانا وقت کی اشد ضرورت ہے... اور حضرت شاہ صاحب نے امام اعظم کی سوانح پر قلم اٹھا کر وقت کی اس پکار پر لبیک کہا ہے... مجھے مسودہ کے چند صفحات دیکھنے کا موقع ملا... اور میرا احساس یہ ہے کہ شاہ صاحب زید مجدہ نے موضوع کا حق ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔" (امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ص:۴۲)

عالمِ اسلام کے بے شمار علما و مشائخ اور دانش ورانِ امت نے آپ کی شخصیت پر گراں قدر تاثرات عطا فرمائے۔ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کل بھی بافیض تھے، آج بھی بافیض ہیں اور ان شاء اللہ تا قیامت بافیض رہیں گے۔

وصال اور آخری رسوم:

آپ کے وصالِ پر ملال سے دنیا بھر میں غموں کا طوفان برپا ہو گیا، دنیا کے کثیر ممالک میں آپ کے آشنا علمائے کرام اور مشائخ عظام نے گہرے رنج و غم کا اظہار کیا۔ اپنے اپنے حلقوں میں قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کی مجلسوں کا انعقاد کیا، آپ کی شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈالی، بیشتر مقامات میں آپ کے شیدائی، مریدین اور متوسلین بھی ہیں، انھوں نے بھی اجتماعی اور انفرادی طور پر اس عظیم سانحہ کے بعد ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا۔ آپ کی نمازِ جنازہ میں بھی لاکھوں افراد نے شرکت فرمائی، جنازہ کی امامت آپ کے فرزند ارجمند حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری دام ظلہ العالی نے فرمائی۔ آپ کو میمن مسجد مصلح الدین گارڈن میں حضرت علامہ شاہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمۃ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پر خلوص دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل انھیں جنت الفردوس میں بلند ترین مقام عطا فرمائے، فرزندگان، اہلِ خانہ اور متعلقین کو صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

نوٹ: ہم نے اس اداریے میں انٹرنیٹ پر موجود مواد سے استفادہ کیا ہے۔

☆☆☆

صدائے حق

طلاق کب، کیوں اور کیسے؟
قرآن و حدیث کی روشنی میں

حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین وصدر شعبۂ افتا جامعہ اشرفیہ، مبارک پور کا ایک خطاب

نکاح ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس کی کوکھ سے دنیا کے سارے رشتے وجود میں آتے ہیں اور انسانی معاشرہ فواحش سے محفوظ رہ کر عفتِ نفس اور پاکیزگیِ نظر کی فضا سے معمور ہو جاتا ہے اسی لیے سرور کائنات ﷺ نے حکم دیا ہے:

"یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ".

"اے جوانوں کے گروہ، تم میں سے جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھے کہ بیوی کا مہر و نفقہ ادا کر سکے تو وہ نکاح کر لے کہ اس سے نگاہ نیچی اور شرم گاہ محفوظ ہو جاتی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم، مشکوۃ ص:۲۶۷)

تاہم میاں بیوی کے تعلقات کبھی اس قدر ناخوش گوار اور تلخ ہو جاتے ہیں کہ اس وقت دونوں میں تفریق و جدائی کے سوا عافیت کی کوئی اور راہ نظر نہیں آتی، اسی تفریق و جدائی کو طلاق کہتے ہیں۔

طلاق کے سلسلے میں قانونِ اسلامی کی چند دفعات:

(۱) قرآن حکیم سورۂ بقرہ آیت ۲۲۹ میں ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ

طلاق دو بار ہے، پھر بھلائی کے ساتھ (بیوی کو زوجیت میں) روک لینا ہے، یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کو دو طلاق تک اختیار ہوتا ہے کہ چاہے تو عورت کو اپنے پاس روک لے اور چاہے تو چھوڑ دے تاکہ وہ عدت گزار کر دوسرے سے نکاح کر لے۔

اس لیے اَحسن طریقہ یہ ہے کہ شوہر عورت کی پاکی کے زمانے میں قربت سے پہلے ایک طلاق دے اس سے سبق لے کر اگر دونوں اچھی طرح ایک ساتھ رہنے پر راضی ہو جائیں تو شوہر طلاق واپس لے لے اور دونوں ساتھ میں رہیں۔

اور اگر نرم نہ پڑیں تو شوہر دوسرے مہینے میں عورت کی پاکی کے زمانے میں صحبت سے پہلے دوسری طلاق بھی دے سکتا ہے، اس طلاق کے بعد اگر دونوں اصلاح پذیر ہو جائیں اور نباہ کی راہ نکل آئے تو شوہر یہ طلاق بھی واپس لے سکتا ہے وہ بیوی سے کہہ دے کے میں نے تمھیں واپس لیا پھر ساتھ میں مِل جُل کر رہیں، اسی واپسی کو قرآن کے الفاظ میں "اِمساک" کہا گیا ہے یعنی بیوی کو زوجیت میں روک لینا۔

اور اگر اب بھی تلخی برقرار رہے اور نباہ و سمجھوتے کی راہ نہ نکل سکے تو ایک دوسرے پر مسلّط رہنے سے بہتر ہے کہ شوہر اسے چھوڑ دے تاکہ وہ عدّت گزار کر اپنی خوش گوار زندگی کے لیے کوئی مناسب انتظام کر سکے، قرآن پاک نے اسی کو کہا ہے: اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا۔

(۲) تفریق و جدائی کی آخری اور قطعی صورت ہے "تین طلاق"، جس کے بعد واپسی کا راستہ ناممکن حد تک بند تو نہیں ہوتا لیکن بہت آسان بھی نہیں رہ جاتا۔ قرآن حکیم کی سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۳۰ میں اس دفعہ کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَاۤ اَنْ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ

پھر اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک وہ دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے، پھر اگر دوسرے شوہر نے بھی طلاق دے دی تو اُن دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ دونوں آپس میں (پھر سے) نکاح کر لیں۔

صحیح بخاری شریف جلد دوم اور سنن ابو داؤد شریف میں ہے کہ صحابیِ رسول حضرت عُویمر عجلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ﷺ نے تینوں طلاقیں نافذ فرما دیں۔

صحیح بخاری شریف کے الفاظ ہیں:

فَطَلَّقَهَا ثلاثًا، قَبْلَ أَن يَأمُرَه رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

پھر عُویمر نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پہلے ہی اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ (صحیح البخاری ج ۲ ص: ۷۹۱، کتاب الطلاق/ باب مَنْ أجاز طلاق الثلاثِ)

اور سنن ابوداؤد شریف کے الفاظ ہیں:

فطَلَّقَهَا ثَلاثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَأَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ.

عُویمر نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے وہ طلاقیں نافذ فرمادیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الطلاق/باب اللّعان ص:۲۵۵)

صحاحِ ستّہ کی مشہور کتاب سنن ابن ماجہ میں ہے کہ:

حضرت فاطمہ بنت قیس نے بیان کیا: طَلَّقَنِي زَوْجِيْ ثَلٰثًا وَ هُوَ خَارِجٌ إِلَى الْيَمَنِ فَأَجَازَ ذٰلِكَ رَسُوْلُ اللهِ صلی الله تعالیٰ علیه وسلم میرے شوہر نے یمن کے لیے گھر سے نکلتے وقت مجھے تین طلاقیں دے دیں تو رسول اللہ ص ﷺ نے تینوں طلاقیں نافذ فرمادیں۔ (سنن ابن ماجہ ص: ۱۴۵، ۱۴۶، کتاب الطلاق/ بابُ مَنْ طلّق ثلٰثًا في مجلس واحدٍ)

ہم نے اللہ عزّ و جلّ اور رسول اللہ ﷺ کا بہت واضح فرمان آپ کو سنایا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو تینوں واقع ہو جاتی ہیں۔

(۳) شوہر عورت کو منظور نہ ہو تو کچھ مال یا مہر کے بدلے شوہر سے طلاق لے سکتی ہے اس دفعہ کا ذکر قرآن حکیم سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۹ میں ہے:

فَإِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ

پھر اگر تمھیں اندیشہ ہو کہ میاں بیوی اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر اس بارے میں کچھ گناہ نہیں کہ عورت بدلہ دے کر چھُٹی لے لے (یعنی مال دے کر طلاق لے لے)۔

قانونِ اسلامی کی یہ دفعات قرآن و حدیث میں بہت واضح الفاظ میں موجود ہیں اس لیے مسلمان بھائیوں پر یہ بات واضح رہے کہ یہ علما کا بنایا ہوا قانون نہیں بلکہ قرآن و حدیث کا جاری کردہ قانون ہے جس کے آگے ہر مسلمان مرد و عورت کا سر خم ہے اور سبھی کا یہ ایمان ہے۔

ع ہے قولِ محمد قولِ خدا فرمان نہ بدلا جائے گا
بدلے گا زمانہ لاکھ مگر قرآن نہ بدلا جائے گا

نصیحت: آج ہمارے عوام بھائیوں میں قرآن و حدیث سے لاعلمی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ وہ تین طلاق سے کم کو طلاق نہیں سمجھتے حالاں کہ ابھی آپ نے سنا کہ طلاق ایک بار بھی ہے اور دو بار بھی اور تین بار بھی۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ أَبْغَضُ الْحَلاَلِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلاَقُ.

تمام حلال چیزوں میں خدا کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ (سنن ابوداؤد، کتاب الطلاق/باب کراہۃ الطلاق)

اس لیے جہاں تک ممکن ہو طلاق سے بچیں اور رشتۂ ازدواج کو نبھاتے رہیں اور تین طلاقیں تو رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا بھی سبب ہے چناں چہ حضرت محمود بن لبید کا بیان ہے کہ

أُخْبِرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيقَاتٍ جَمِيعًا، فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ: أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ.

رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر پہنچی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں اس کو سن کر حضور غصّہ میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ کتابُ اللہ سے کھیل کرتا ہے حالاں کہ میں تمھارے اندر ابھی موجود ہوں۔ (سنن النسائی، کتاب الطلاق)

میرے بھائیو! آج جس بے خوفی کے ساتھ ہمارے سماج میں تین طلاق کا رواج در آیا ہے وہ ضرور رسولِ رحمت ﷺ کی ناراضی کا باعث ہے اس لیے آپ خدا سے ڈریں، رسول سے شرمائیں اور ہرگز ہرگز تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دیں۔ آپ غور کریں کہ آپ کے کرتوت نے اسلام اور مسلمانوں کو آج کیسی مشکلات کے دَلدَل میں لا کھڑا کیا ہے، آپ آج ہی تین طلاق سے توبہ کریں اور عہد کریں کہ اب کبھی بھی رسول اللہ کی ناراضی کا کام نہ کریں گے تو امید ہے کہ ہماری حکومت ہمارے مسلم لا میں بیجا دخل اندازی سے باز آجائے۔ الحمد للہ، " ابھی اسلام زندہ ہے، ابھی قرآن باقی ہے "۔

☆☆☆☆

کیا فرماتے ہیں مفتیان دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی محمد نظام الدین رضوی کے قلم سے

علانیہ جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے والے امام کی امامت کا حکم

کیا فرماتے ہیں علماے دین شرع متین اس سلسلے میں کہ زید کے اندر یہ سب خصلتیں موجود ہیں، جھوٹ بولنا، دھوکا دینا، مکر وفریب اور عام آدمیوں کی طرح فحش گالیاں دینا، ایسی صورت میں کیا زید امامت کر سکتا ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں؟ براے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

الجواب

اگر مسلمان یہ بات صحیح طور پر جانتے ہیں کہ زید لوگوں کے درمیان علانیہ جھوٹ بولتا ہے، انھیں دھوکا، فریب دیتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے کہ جھوٹ بولنا سخت حرام و گناہِ کبیرہ ہے اور دھوکا و فریب دینا بھی حرام و گناہ، اسے امامت کے لیے آگے بڑھانا ناجائز اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جسے دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ غنیہ میں ہے:

لو قدّموا فاسقا یاثمون بناءً علیٰ انّ کراھة تقدیمه کراھة تحریم.

درِ مختار میں ہے:

کُلّ صلاة اُدّیَتْ مع کراھة التحریم تجب اعادتھا.

واللہ تعالیٰ اعلم.

حکومت کے پیسوں کو ضروریاتِ مسجد میں خرچ کرنا کیسا ہے؟

مرکزی حکومت یا صوبائی حکومت کے خزانوں میں کچھ رقمیں ایسی ہوتی ہیں جو تمام مذاہب مثلاً مسلمانوں کے دینی اور سماجی کاموں کے لیے جاری کی جاتی ہیں، جن کو تقسیم کرنے کا اختیار حکومت اپنے وزرا کو اور ممبران کو دیتی ہے، تو کیا ایسی رقموں کو مساجد اور ضروریات مساجد کے لیے استعمال میں لایا جا سکتا ہے، جب کہ یہ خزانہ کی رقم متولی مسجد یا انتظامیہ مسجد کے نام سے جاری کیا جاتا ہے؟

لہٰذا حضور صدر مفتی علامہ محمد نظام الدین رضوی صاحب سے گذارش ہے کہ مدلل اور مبرہن جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

مرکزی یا صوبائی حکومت کے خزانوں میں ہندوستان میں پائے جانے والے مذاہب و اہلِ مذاہب کے لیے جو رقمیں مختص ہوتی ہیں وہ فی الواقع ان کا حق ہیں، تو مسلمانوں کے دینی اور سماجی کاموں کے لیے جو رقوم مختص ہوتی ہے وہ حاصل کرنا اور ان سے مسجد، مدرسہ تعمیر کرنا، یا ان کی مرمت میں صرف کرنا جائز ہے، اس طرح کی رقوم کو قانونی طریقے کے مطابق ضرور وصول کرنا چاہیے کہ استطاعت ہوتے ہوئے چھوڑ دینا ضیاع کا باعث ہو سکتا ہے۔ درِّ مختار میں ہے:

من له حظّ في بیت المال و ظفر بما ھو مرجه لهٗ، له اخذہ دیانةً.

اس کی قدرے تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد ۸، ص۱۸۴؍ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

جمعہ وعیدین کے قیام سے متعلق شرعی حکم

قصبہ سکندر پور میں سالہا سال سے بعض مساجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے، جیسے شاہی جامع مسجد، جامع مسجد بڑھا محلہ، علیمیہ مسجد بھیکپورہ محلہ، رشیدیہ مسجد محلہ گندھی اور عن قریب ہی مسجد کبرن اسٹیشن سکندر پور۔

شاہی جامع مسجد میں نمازِ پنج گانہ، جمعہ کے علاوہ عیدین کی بھی نمازیں ہوتی ہیں۔ طویل عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے، مختلف ائمہ بدلتے رہے اور جمعہ و عیدین پڑھاتے رہے، مگر یہ معلوم نہیں کہ مسلسل امامت کے لیے درمیان کے ائمہ نے مرجع الفتاویٰ مفتی، اعلم علماے بلد سے اجازت لی کہ نہیں؟ اگر عدم اجازت کی صورت متعیّن ہے تو نمازیوں پر اور ذمہ داران پر کیا اعادۂ نماز فرض ہے؟ خاص طور پر جمعہ کی جگہ قضا ظہر کی ہوگی؟

پورے ہندوستان کا جائزہ لیا جائے تو شاید کہ یہ عمل جاری نہیں ہے، چوں کہ ایک مسجد کا امام کسی وجہ سے امامت ترک کر دے تو متولی فوراً اپنی مرضی سے دوسرا امام مقرر کر لیتا ہے۔ متولی یا دوسرے امام نے برائے امامتِ جمعہ و عیدین مرجع الفتاویٰ مفتی اور اعلم علماے بلد سے اجازت نہیں لی، تو ان مقتدیوں پر کیا حکم عائد ہوگا؟

قصبہ سکندر پور میں شاہی جامع مسجد کے علاوہ چند مساجد میں نمازِ جمعہ ہوتی ہے مگر مرجع الفتاویٰ مفتی اور اعلم علماے بلد سے باضابطہ اجازت نہیں لی گئی ہے، جیسے جامع مسجد محلہ بڑھا وغیرہ اور زمانۂ قدیم سے جمعہ ہو رہا ہے، تو مقتدیوں پر جو حکم شرعی ہو تحریر فرمائیں۔

اب حضور آپ سے گذارش ہے کہ آپ ہی اس زمانہ میں "مرجع الفتاویٰ اعلم علماے بلد" ہیں تو قصبہ سکندر پور کی مساجد کے موجودہ ائمہ کو جمعہ و عیدین پڑھانے، امامت کرنے کے لیے باضابطہ اجازت مرحمت فرمائیں۔ تفصیل یہ ہے:

(۱) شاہی جامع مسجد سکندر پور۔ امام حافظ و قاری فیروز اختر مصباحی

(۲) رشیدیہ مسجد محلہ گندھی۔ امام مولانا امام اختر صاحب۔

(۳) جامع مسجد محلہ بڑھا۔ امام جناب حامد القاری صاحب۔

(۴) علیمیہ مسجد، محلہ بھیکپورہ۔ امام مولانا محمد رحمت اللہ مصباحی رشیدی۔

(۵) آسی مسجد صحن کیمپس، اسٹیشن سکندر پور۔ امام قاری محمد اجمل صاحب۔

الجواب

کم بندگانِ خدا ہیں جو اپنے علاقے کے افقہ و اعلم سے اجازت حاصل کر کے جمعہ قائم کرتے اور "اہل" امام متعیّن کرتے ہیں، اس کا سبب زیادہ تر مسائلِ شرعیہ سے ناواقفی اور حکمِ شریعت پر عمل میں تساہلی و خدا ناترسی ہے اور بسا اوقات خود سری اور جراَت بیجا بھی۔

جہاں قاضیِ اسلام اور مرجع فتاویٰ مفتی دین نہ ہو، نہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت شرعی لی جا سکتی ہو وہاں عامۂ مسلمین بشمول مقامی علما اتفاقِ رائے سے کسی اہل کو یعنی عالم، غیر فاسق، صحیح خواں کو جمعہ یا جمعہ و عیدین کا امام مقرر کر لیں تو بھی نماز صحیح ہوگی، لیکن جہاں اس طرح کی مجبوری نہ ہو وہاں کا خدا حافظ۔

آپ موبائل سے وقت لے کر پانچوں مساجد کے ائمہ کو لے کر ہر مسجد کی انتظامیہ کی درخواست کے ساتھ دار الافتا اشرفیہ میں کسی دن آجائیں، کچھ ضروری جانچ اور گفتگو کے بعد اجازتِ جمعہ دی جا سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کاروبار کی ملکیت کا ایک مسئلہ

ایک باپ نے اپنے بیٹے کو پڑھایا لکھایا اور پھر اپنا نجی کاروبار بھی اسے سونپ کر اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے میں ہر طرح سے اس کی مدد کی۔ اللہ کے فضل و کرم سے اسے کاروبار میں ترقی بھی ہوئی اب جب کہ کاروبار اچھا چل رہا ہے، تو بیٹا اپنے باپ کو نظر انداز کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اس کاروبار میں آپ کا کوئی حق نہیں، یہ سب کچھ میرا ہے، کیا لڑکے کا یہ کہنا صحیح ہے؟ شریعتِ اسلامیہ کیا کہتی ہے؟ جواب با صواب سے نوازا جائے۔

الجواب

باپ نے اپنے کاروبار سے متعلق مال و متاع، دکان اگر اپنے لڑکے کو یوں دے دیے کہ اسے ان تمام چیزوں کا مالک بنا دیا تو لڑکے کا کہنا صحیح ہے اور اگر لڑکے کو ان چیزوں کا مالک نہ بنایا، بلکہ اپنے معاون کی حیثیت سے کاروبار اس کے حوالے کیا تو مالک باپ ہے اور لڑکے کا کہنا غلط۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

زکوٰۃ اور فطرہ کی رقم قبرستان کی مرمت میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

زید زکوٰۃ یا فطرہ کی رقم قبرستان میں مٹی گرانے یا مرمت کرانے میں لگا سکتا ہے یا نہیں، مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ کرم ہوگا۔

الجواب

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے مصارف فقرا و مساکین ہیں، انھیں کو مالک بنانے اور قبضہ دینے سے یہ صدقات ادا ہوں گے، قرآن حکیم میں ہے: "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ" صدقات تو محض فقرا و مساکین کے لیے ہیں، لہٰذا قبرستان کی مرمت اور اس میں مٹی گرانے سے یہ صدقات ہرگز ادا نہ ہوں گے کہ یہ نہ فقیر و مسکین کو مالک بنانا ہے، نہ قبضہ دینا۔ زید اس سے بچے اور اہلِ خیر سے اس کام کے لیے چندہ کر کے قبرستان کی حفاظت کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

☆☆☆

فکر امروز

مدارس اسلامیہ کے طلبہ سے چند اہم باتیں

مولانا محمد عابد چشتی

مدارس اسلامیہ کے طلبہ مستقبل کے مذہبی قائدین اور رہنما ہیں اور اس اعتبار سے نہ صرف یہ کہ ان کا مقام و مرتبہ عام لوگوں سے بلند ہوتا ہے بلکہ ان کی ذمہ داریاں بھی دوسروں کی بنسبت زیادہ ہوتی ہیں، مذہب و ملت کی قیادت ایک مقدس فریضہ ہے جسے ہر کاندھے پر نہیں ڈالا جاتا بلکہ اس کے لیے خدا کی رحمت خود افراد کا انتخاب کرتی ہے جنہیں ہم اسلامی مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا واقعی ہمارے طلبہ کو اپنی حیثیت کا احساس ہے؟ اور کیا وہ صحیح معنوں میں خود کو اس منصب کے لیے تیار کر رہے ہیں؟ ہر سال طلبہ کی ایک بھاری تعداد مدارس سے فارغ ہوتی ہے مگر ان میں معدودے چند ایسے ہوتے ہیں جن سے کچھ امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں باقی طلبہ کی اکثریت کے حالات امید افزا نظر نہیں آتے ان کے کیا معاملات ہیں، وہ کیا سوچتے ہیں، کیوں آگے بڑھنا نہیں چاہتے اس پر غور کرنے، ان کے مسائل جاننے اور انہیں سمجھانے کی ضرورت ہے، مندرجہ ذیل سطور میں ہم نے اپنے طلبہ سے اس سلسلہ میں کچھ باتیں کرنے کی کوشش کی ہے امید ہے کہ ہمارے طلبہ ان باتوں کو سنجیدگی سے لیں گے اور اپنے اندر کچھ تبدیلیاں لانے کی کوشش کریں گے۔

مدارس کی اہمیت کا احساس پیدا کریں:

کہتے ہیں کہ جب کسی چیز کا حصول بہت آسان ہو تو اس وقت اس چیز کی اہمیت کا احساس نہ کسی کو ہوتا ہے اور نہ کوئی اس چیز کی اہمیت کو محسوس کرنے کی کوشش کرتا ہے، ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے مدارس اسلامیہ اس کی جیتی جاگتی مثال ہیں جہاں اسلامی تعلیم کے حصول کے نام پر آنے والے طلبہ کی تعداد تو بہت ہوتی مگر ان طلبہ میں بہت کم ایسے ہوتے ہیں جو مدارس کے ذریعہ فراہم کردہ تعلیمی سہولیات، خورد و نوش اور دیگر ضروریات کی فراہمی اور اس سلسلہ میں مدارس کو درپیش مسائل کے پیش نظر ان کی اہمیت کا احساس کرتے ہوں، اور اس احساس کی محرومی کا نتیجہ جہاں مدارس کے گرتے ہوئے تعلیمی گراف کی صورت میں سامنے آرہا ہے وہیں خود طلبہ کی علمی ناپختگی اور کمزور صلاحیت اسی عدم احساس کا نتیجہ ہے، جبکہ یہی طلبہ جب دہلی اور علی گڑھ کی یونیورسٹیز کا رخ کرتے ہیں اور وہاں روم کا کرایہ، صبح دوپہر، شام کا ناشتہ کھانا، کتابوں کی خریداری، ٹیوشن فیس اور اس کے علاوہ خود کے اضافی خرچوں کا بوجھ پڑتا ہے تو پھر یہی طلبہ جو مدارس میں " ادنیٰ " اور ' اوسط " کی پوزیشن سے کام چلا رہے تھے یونیورسٹی میں " اعلیٰ '' اور " ممتاز " مقام حاصل کرنے کے لیے رات دن ایک کر دیتے ہیں جبکہ یہی احساس اگر انہیں مدارس کی زندگی سے ہی ہو جاتا تو یہ طلبہ اپنے وقت کے جید علما، قائدین، اور ملک و مذہب کے لیے یکساں کام کے ثابت ہوتے، اس لیے ہمارے طلبہ کو سب سے پہلے مدارس کے ذریعہ دی جانے والی سہولیات اور ان کے پیچھے مدارس کی انتھک محنت، جفاکشی اور آبلہ پائی کا احساس کرنا ہوگا اور نہ صرف طلبہ بلکہ مدارس کے ذمہ داران کو بھی چاہیے کہ وہ طلبہ کو مدارس کی اہمیت سے اچھی طرح روشناس کرائیں اس کے لیے ان علما کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں جو عصری دانش گاہوں کے ماحول سے اچھی طرح واقف ہوں وہ اپنے تقابلی تجربات کی روشنی میں اس احساس کو بہتر طریقے سے طلبہ کے ذہن میں ڈال سکتے ہیں یہ بہت اہم چیز ہے اس لیے کہ جب تک اس احساس کو زندہ نہ کیا جائے گا اس وقت تک مدارس کے تعلیمی گراف کو بلند کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ یہی طلبہ جنہیں مدارس نے ہر طرح کی سہولیات بہم پہنچا کر پڑھنے پڑھانے کا بھرپور ماحول دیا جب یہ طلبہ مدارس سے نکل کر عصری دانش گاہوں کا رخ کرتے ہیں تو وہاں اپنی تساہلی، کوتاہی، اور وقت کے ضیاع کی ساری ٹھیکری مدارس کے سر پھوڑ دیتے ہیں اور جی بھر کر اہل مدارس کو کوستے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ یہ وقت پر مدارس کی اہمیت کا احساس نہ جاگنے کا نتیجہ ہے جس نے

ہمارے طلبہ کو اس مرض میں مبتلا کر رکھا ہے۔

نصب العین اور کچھ بننے کا خواب:

نصب العین کے واضح تصور کے بغیر انسان کی تمام کوششیں رائیگاں جاتی ہیں وہ محنت تو کرتا ہے مگر اس کی محنتوں کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا جبکہ اگر متعیّنہ ہدف کو لے کر کوئی کام کیا جائے تو پھر کوئی چیز منزل مقصود تک رسائی سے نہیں روک سکتی، مدارس کے طلبہ کے علاوہ دیگر لوگوں کو اپنی زندگی کا نصب العین متعیّن کرنے میں کچھ پریشانیاں تو آتی ہیں مگر مدارس کے طلبہ جس وقت مدرسہ کی زمین پر اپنا قدم رکھتے ہیں اسی وقت ان کا نصب العین ان کے سامنے ہوتا ہے یعنی "ایک با صلاحیت عالم بننا" ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے میدان میں کس سطح تک جانا چاہتے ہیں یہ ضرور ان کو متعیّن کرنا ہے مگر یہی وہ مقام ہے جہاں طلبہ کی اکثریت نہ سوچتی ہے اور نہ سوچنے کے لیے تیار ہے بلکہ دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ مدرسے میں ہونے والے ایک دو امتحان ان کی جو سطح متعیّن کر دیتے ہیں یہ اسے قسمت کا اٹل فیصلہ سمجھ کر اس کے آگے اپنے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اور پھر دس سال تک یہ سوچنے کی زحمت ہی گوارہ نہیں کرتے کہ قسمت نے انہیں بہت عظیم مقصد کے لیے چنا تھا مگر ان کی خود کی بے حسی انہیں اس عظیم منصب سے محروم کرنے میں لگی ہوئی ہے جس کے وہ خود جواب دہ ہیں۔

مدارس کے طلبہ کا نصب العین بہت واضح ہے مگر انہوں نے اپنے نصب العین پر سنجیدگی سے نہ کبھی سوچا ہے اور نا ہی اس کے مطابق خود کو چلانے کی کوشش کی ہے ظاہر سی بات کہ یہ کامیابی کے آثار نہیں ہیں۔ مشہور ہندو مفکر سوامی وویکانند نے بڑی پتے کی بات کہی تھی کہ:

take up one idea , make that one idea your life, think of it , dream of it , every part of your body be full of that idea, this is the way to success

پہلے ایک نصب العین متعیّن کرو، پھر اس نصب العین کو اپنی زندگی بنالو، اسی کے بارے میں ہمیشہ سوچو اور اسی کے خواب دیکھو، تمھارے جسم کا ہر حصہ اس نصب العین سے پر ہو، کامیابی کا یہی راستہ ہے۔

یعنی مدرسے میں گزارا جانے والا ہر لمحہ اور ہر وقت اپنے ہدف کے لیے استعمال ہو اور ہر اس چیز سے دور رہیں جو ہدف سے دور کرنے والی ہو مدت بہت کم ہے اور ہدف بہت عظیم لہذا لایعنی چیزوں میں خود کو ملوث نہ کر کے ہمہ وقت اپنے مقصد سے قریب ہونے کی کوشش کریں آپ کا مقصد اور ہدف ایک اچھا عالم بننا ہے اور اچھا عالم کیسے بنا جاتا ہے اور اور ایک اچھا عالم بننے کے لیے کیا کیا چیزیں درکار ہیں اسے بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے ہر طالب علم اسے بخوبی جانتا اور سمجھتا ہے۔

میں ایسے طلبہ سے بھی واقف ہوں جو زمانۂ طالب علمی میں لمبے لمبے خواب دیکھا کرتے تھے کہ ہمیں فلاں فن کا ماہر بننا ہے یا فلاں علم میں مہارت حاصل کرنا ہے وغیرہ وغیرہ مگر اس خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کے لیے جس طرح کی محنت اور جفاکشی کی ضرورت تھی وہ ان سے نہ ہو سکی لہذا خواب خواب ہی رہ گیا اسے حقیقت کی زمین پر اترنے کا کبھی موقع نہ ملا اور آج وہ طلبہ مسجدوں میں امامت کر رہے ہیں خیر اس طرح کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد ہمارے مدارس میں موجود ہے جو زندگی کا ہر لطف بھی اٹھانا چاہتی ہے اور یہ بھی امید رکھتی ہے کہ وہ اپنے وقت کے جید عالم بنیں جب کہ ایں خیال است و بسیار خام است" ایک مشہور مفکر Colin Powell لکھتا ہے:

a dream does not become reality through magic it takes sweat determination and work.

خواب جادو کے ذریعہ شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتا اس کے لیے عرق ریزی اور کام کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

میں صرف اتنا کہوں گا کہ آپ ضرور خواب دیکھیں اور بہت بڑے بڑے خواب دیکھیں اس لیے کہ اگر آپ خواب نہیں دیکھیں گے تو نصب العین کیسے بنے گا مگر برائے مہربانی اس خواب کو پورا کرنے کے لیے اپنی خواہشوں کو وقف کرنا بھی سیکھیں، یہ خواب تم سے زندگی کی بڑی بڑی قربانیاں چاہتے ہیں، قربانیوں کے بغیر نہ آج تک کسی کو کوئی مقام ملا ہے اور نہ ملنے کی امید کرنا چاہیے اور اگر کوئی ایسا سوچے تو بلا شبہ وہ سرابی کیفیت میں مبتلا ہے اور بہت جلد اسے یہ احساس ہو جائے گا کہ وہ ابھی تک دھوکے میں تھا۔

احساس کمتری کا شکار نہ ہوں:

نفسیاتی لحاظ سے دیکھا جائے تو مدارس کے طلبہ بہت جلد احساس کمتری کے شکار ہو جاتے ہیں اور پھر یہ احساس بہت مشکل سے ان کا پیچھا چھوڑتا ہے، بارہا دیکھا گیا ہے کہ جب کوئی طالب علم اپنی جماعت

میں بہت نیچے چلا جاتا ہے تو پھر دوبارہ وہ اوپر اٹھنے کے لیے کبھی سوچتا ہی نہیں ہے، وہ اپنے دل میں پوری قوت کے ساتھ یہ سوچ بٹھا لیتے ہیں کہ شاید وہ اسی سطح کے لائق ہیں یا پھر یہ کہ ان کا ذہن ہی ایسا ہے کہ وہ اعلیٰ سطح تک نہیں جا سکتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایسے طلبہ کا تعلیمی گراف بری طرح گرتا چلا جاتا ہے۔ ایسے طلبہ کے اندر اپنی کمزوری کا احساس اس قدر گھر کر جاتا ہے کہ وہ اپنی کمزوری کو اپنے لیے چیلنج بنانے کی سوچتے بھی نہیں ہیں، وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ تاریخ میں ہزاروں شخصیات ایسی ہیں جنہیں فطرت نے عام لوگوں سے کم صلاحیتوں سے نوازا تھا مگر ان لوگوں نے اپنی کمزوری کو زندگی کا چیلنج سمجھ کر مسلسل جدوجہد کے ذریعہ اس سے ابھرنے کی کوشش کی اور آخر کار زمانہ نے دیکھا کہ بہت سے وہ لوگ جو اپنی ذہنی کمزوری کی وجہ سے اسکول تک سے نکال دیے گئے تھے وہ تاریخ میں انقلابی شخصیت بن کر ابھرے۔ جناب اے پی جے عبدالکلام نے اسی موقع کی مناسبت سے ایک بات کہی تھی کہ

the best brain of the nation may be on the last branch of the class room.

یعنی وہ شخص دنیا کا بہترین دماغ ہو سکتا ہے جو آج درس گاہ میں سب سے پیچھے بیٹھا ہو۔

یعنی جو بچہ آج اپنے کمزور ذہن کی وجہ سے پورے اسکول میں سب سے پیچھے ہے اور اسے پیچھے بٹھایا بھی جاتا ہے جس دن اس بچے نے اپنی کمزوری کو اپنے لیے چیلنج بنا لیا تو پھر یہی بچہ دانشمندی کی نئی تاریخ رقم کرے گا۔

ہمارے مدارس کے طلبہ کو یہی بات سمجھنے کی ضرورت ہے، در اصل ہوتا یہ ہے کہ مدارس میں آنے والے طلبہ ابتدا میں تو کافی جوش اور خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں مگر ایک دو مرتبہ فیل ہونے یا رینک میں کم آنے کے بعد پھر وہ آگے بڑھنے یا سامنے والے سے مقابلہ کے لیے خود کو تیار کرنے کے بجائے اپنی سطح سے سمجھوتہ کر لیتے ہیں اور یہی چیز طلبہ کی صلاحیتوں کو گھن لگا دیتی ہے ایسے طلبہ اپنا زیادہ تر وقت لایعنی چیزوں میں گزارنے کے عادی ہو جاتے ہیں جبکہ دوسری طرف جن طلبہ میں کامیابی کی للک پیدا ہو جاتی ہے وہ خود کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جاتے ہیں۔ وہ طلبہ جو کئی سالوں سے مدارس میں ادنیٰ یا اوسط درجہ سے پاس ہوتے چلے آ رہے ہیں یا فیل بھی ہو چکے ہیں انہیں سب سے پہلے یہ بات اپنے دل سے نکال دینا چاہیے کہ وہ "اب کچھ نہیں کر سکتے" یا یہ کہ "ان کے اندر صلاحیت کی کمی ہے" ایسا کچھ بھی نہیں ہے آپ کے اندر آج بھی کسی کو پیچھے کرنے کی اتنی ہی صلاحیت موجود ہے جتنی کے اس ساتھی کے اندر ہے جو ہمیشہ ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوتا ہے بس فرق صرف اتنا ہے کہ اسے اپنی صلاحیت کا عرفان ہو گیا اور آپ کو ابھی تک خود کی ذہنی طاقت اور صلاحیت کا عرفان حاصل نہیں ہو سکا۔ ایک انگریز مفکر کہتا ہے کہ:

I believe that every person is born with talent

میں یقین رکھتا ہوں کہ ہر شخص صلاحیت اور ٹیلنٹ کے ساتھ پیدا ہوتا ہے"

"البرٹ آنسٹائن" کو کون نہیں جانتا یہ وہ شخص جس کی ذہنی کمزوری کو دیکھ کر اسکول کے ذمہ داران نے اسے باہر کا رستہ دکھا دیا تھا مگر البرٹ آنسٹائن نے اپنی کمزوری کو مات دینے کے لیے اور اپنی پیشانی سے رسوائی کا داغ دھونے کے لیے اس قدر محنت سے کام لیا کہ آخر کار وہ ایک سائنس دان کی صورت میں عالمی منظر نامہ پر ابھر کر سامنے آیا۔

میرے خیال سے ہمارے مدارس میں پڑھنے والے طلبہ اتنے کمزور ذہن کے تو نہیں ہیں کہ ارباب مدارس کو انہیں نکالنے کی ضرورت پیش آئے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ابھی تک "ادنیٰ" ہیں جبکہ اعلیٰ بننے کی ہر صلاحیت آپ کے اندر موجود ہے۔ اس موقع سے Mary Pick ford کا یہ قول آپ کو کچھ سوچنے کی تحریک پیدا کرے گا۔ اس نے لکھا ہے:

If you have made mistakes there is always another chance for you , you may have fresh start any moment you choose

یعنی اگر آپ اپنی زندگی میں کوئی غلطی کر چکے ہیں تو آپ کے لیے ہمیشہ دوسرا موقع موجود ہے تو کسی بھی لمحے اپنی کامیابی کے لیے اچھی شروعات دوبارہ کر سکتے ہو۔

وقت آج بھی آپ کی اچھی شروعات اور پختہ حوصلوں کا منتظر ہے جس دن آپ نے خود کو آگے بڑھانے کی للک پیدا کر لی اس دن "ممتاز طلبہ" کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں صاف نظر آنے لگیں گی۔ بس آپ کو اپنے اندر سے احساس کمتری کو ختم کرنا ہے اور اللہ نے جس راہ کے لیے آپ کا انتخاب کیا ہے اس پر شکر ادا کرتے ہوئے پورے عزم کے ساتھ خود کو ثابت کر کے دکھانا ہے اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے ہیں تو آپ خدا

کے بھی گناہ گار ہیں اور ملت کے ان غیور مسلمانوں کے بھی جو لاکھوں روپیہ صرف کر کے آپ کی تعلیم کا انتظام کر رہے ہیں۔

آپ بہت کچھ ہیں :

آپ اپنے وقت کے نام ور اور مشہور عالم بن سکتے ہیں بس کمی اس چیز کی ہے کہ ابھی تک آپ کو خود کا صحیح عرفان نہیں ہے اور آپ نے کبھی اس طرف سوچنے کی زحمت ہی نہیں اٹھائی ۔ بڑے بڑے نام ور علمائے کرام کی زندگیوں کو دیکھیں کہ ان میں " الف " اور " ب " کی بھی پہچان نہیں تھی مگر جب اللہ نے انہیں خو کو منوانے اور اندورنی صلاحیتوں کو صیقل کرنے کا موقع دیا تو انہوں نے ان لمحات کو ضائع کیے بغیر پوری تندہی سے اس کا خیر مقدم کیا اور پھر یہی گاؤں دیہات کے بچے اسلام وسنیت کے نمائندہ، فقہ وافتا اور لغت وادب کے امام بن کر ابھرے۔

ہو سکتا ہے کہ جب آپ ہماری تحریر پڑھ رہے ہوں اس وقت آپ کو ایسا لگ رہا ہو کہ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں ایسا ہوتا کب ہے ؟ اگر آپ ایسا سوچ رہے ہیں تو یہ آپ کی بہت بڑی بھول ہے اور سادگی و نادانی ہے نیز حقائق سے جی چرانے کے مترادف ہے ۔ شاید آپ کی پست ہمتی اور سہل پسند طبیعت پختہ عزم اور حوصلہ سے روک رہی ہے وہ بار بار آپ کے اندر سے اٹھنے اسی انقلاب کو دبانا چاہتی ہے بس آپ کو اسی لمحے کا مقابلہ کرنا ہے اور پوری شدت کے ساتھ اپنے اندر اٹھنے والے اس غلط تصور واحساس کو رد کرنا ہے اور کھلے لفظوں میں کہنا ہے " ہاں ہم یہ کر سکتے ہیں " ڈاکٹر اے پی جے عبد الکلام نے کہا تھا:

All of us do not have equal talent but all of us have un aqual opportunity to develop our talent .

ہماری صلاحتیں تو برابر نہیں ہیں مگر ہم اپنی صلاحیتں بڑھانے کے یکساں مواقع رکھتے ہیں۔

ماضی اور حال کے وہ علما جو آج مختلف میدانوں میں نمایاں کردار ادا کر رہے ہیں اور اپنے علم وتحقیق سے ملت کام انجام دے رہے ہیں فطرت نے انہیں اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کے جو مواقع فراہم کیے تھے وہی مواقع بلکہ اس سے زیادہ بہتر مواقع آج آپ کے پاس ہیں پھر بھی اگر آپ کسی چیز کر رونا رو رہے ہیں تو آپ کے حق میں سوائے دعائے صحت کے اور کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ کسی مفکر نے کہا تھا:

If you want to shine like a sun first burn like a sun

اگر تم سورج کی طرح چمکنا چاہتے ہو تو پہلے خود کو سورج کی طرح جلانا بھی سیکھو !

یہ بہت گہری اور حکمت ودانائی سے بھری ہوئی بات ہے، آج ہر طالب علم یہ چاہتا ہے کہ وہ " آفتاب علم وحکمت " بن کر دنیا میں چمکے اور اس کی روشنی سے گمراہیت کی تاریکیاں دور ہوں ، بے عملی کے اندھیرے چھٹیں مگر سورج کی طرح خود کو جلانے اور علم کی راہ میں اپنی ہستی کو خاکستر کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے اور جو تیار ہیں وہ ماضی میں بھی چمکے تھے اور آج چمک رہے ہیں اور اگر آپ بھی اس فارمولے پر عمل کریں تو یقین جانیے ہزاروں افق آپ کے چمکنے کا بھی انتظار کر رہے ہیں۔

مطالعہ کا شوق:

کتابوں کے مطالعہ کا شوق ایک طالب علم کے لیے لازم ہے اور اگر مان لیا جائے یہ شوق اسے فطری طور پر نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے اندر یہ شوق پیدا کرے۔ اس لیے کہ جو طالب علم جس قدر مطالعہ میں وسعت لاتا ہے اسی قدر اس کے اندر علمی پختگی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جب کہ دوسری طرف وہ طلبۂ کرام جنہیں مطالعہ سے کوئی دل چسپی نہیں ہوتی ہے بلکہ درسی کتب کا مطالعہ اور ان کتابوں کو سمجھنے کی کوشش کرنا بھی جن کی لا ابالی طبیعت میں گراں گزرتا ہے اور جو صرف کسی خارجی دباؤ کے پیش نظر کبھی کبھی اپنی نگاہ التفات سے ان کتابوں کو نواز دیتے ہیں ایسے طلبہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ کسی بھی علمی بحث و مباحثہ یا کسی مسئلہ کے تجزیہ کے وقت مرحوموں کے طرح ان کے لبوں پر زبردست سکوت دیکھنے کو ملتا ہے اور یہ چیز ایک دینی طالب علم کی سب سے بڑی کمی ہے۔

ہمارے طلبہ کو یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ مطالعہ کا شوق اور اس میں حد درجہ انہماک ہمیشہ سے علم دوست لوگوں کی پہچان رہا ہے " آداب طالب العلم " میں زبیر بن ابو بکر جو ایک زبردست عالم دین تھے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں :

میری بھانجی نے میری بیوی سے کہا کہ " میرے ماموں اپنی بیوی کے لیے بہت اچھے ہیں وہ ان کی سوکن نہیں لاتے ہیں اور نہ لونڈی خریدتے ہیں "میری بیوی نے کہا" خدا کی قسم ! یہ کتابیں میرے لیے تین سوکنوں سے بڑھ کر تکلیف دہ ہیں۔ "

یہاں کتابوں سے دل چسپی کا یہ عالم ہے کہ بیوی جیسی پرکشش

چیز کی طرف بھی بمشکل التفات ہو رہا ہے اور ہمارے طلبہ کا حال یہ ہے کہ جب آئی پی ایل میچ کا سیزن شروع ہوتا ہے تو اس کے پیچھے اپنی کتابوں کو بالائے طاق رکھ کر دن رات اسکور جوڑنے میں مشغول رہتے ہیں۔ ظاہر سی بات ہے کہ اس کے جو نتائج برآمد ہونا چاہیے تھے وہ ہمارے سامنے ہیں ایک، انگریز مفکر کہتا ہے:

Today a reader tomorrow a leader

آج کا پڑھنے والا کل کا قائد ہے:

اور اگر آج آپ نے نہیں پڑھا تو یقین رکھیے کہ آپ کبھی بھی قوم کے رہنما نہیں بن سکتے جبکہ قوم آپ کو رہنما بنانا چاہتی ہے اسلام کو آپ کی معتبر قیادت کی ضرورت ہے سنیت کو آپ کی علمی سرپرستی چاہیے مگر ہمارے طلبہ ہیں کہ کچھ سوچنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں ان حالات کو دیکھ کر بار بار یہ خیال آتا ہے کہ رات کی تاریکی میں جب سارے لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھوں اور اپنے رب کے حضور سر جھکا کر اس کے پیارے حبیب کا وسیلہ لگا کر صرف ایک دعا کروں کہ مولا! ہند و بیرون ہند پھیلے ہزاروں مدارس کے طلبہ کو اپنی تعلیمی ذمہ داری اور خود کی اہمیت کا عرفان بخش دے اس لیے کہ اسی میں اسلام و سنیت کی ترویج کا راز مضمر ہے۔

حالات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے:

آج کا دور قابلیت و صلاحیت کی قدر کا دور ہے آج رشتہ داری، دوستی اور اس کی بنیاد پر رواداری کا کوئی معنی نہیں رہ گیا ہے، اگر آپ کے اندر صلاحیت کے جوہر ہیں تو آپ غیروں کی توجہ کے بھی مرکز رہیں گے ورنہ آپ کے اپنے بھی آپ کی طرف متوجہ ہونے کی زحمت اٹھانے کے لیے تیار نہیں ہوں گے اور اگر ہوں گے بھی تو اس کا سلسلہ بہت زیادہ دراز نہیں ہو سکتا ہے آخر کار وہ اشاروں میں سہی آپ کو رستہ دکھا ہی دیں گے، اگر آپ کے اندر صلاحیت کی کمی ہے تو کوئی صرف اس لیے آپ کو اپنے مدرسے میں جگہ دینے کے لیے تیار نہیں ہو گا کہ آپ فلاں صاحب کے " صاحب زادے " یا فلاں حضرت کے " خادم خاص " ہیں حالات کچھ ایسے ہی ہیں جن پر ہمارے طلبہ کو نظر رکھنا پڑے گی آپ مدرسے میں تعلیم کے لیے آئے ہیں اور تعلیم ہی آپ کا اولین مقصد ہے آپ اپنے متین ہدف کو پانے کے لیے پوری لگن، تندہی اور توجہ سے لگ جائیے اس وقت آپ کو کسی کا طفیلی بننے کی ضرورت نہیں پڑے گی قدر داں آپ کی قدر کریں گے، جوہر شناس آپ کو سراہیں گے اور اچھے افراد کے متلاشی خود بخود آپ تک پہنچ جائیں گے اور اگر آج آپ نے خود کو صلاحیت کی بنیاد پر منوانے کی کوشش نہیں کی تو یاد رکھیے کہ آپ کو وجود کو خواہ مخواہ برداشت کرنے کے لیے کسی کے پاس وقت نہیں ہے۔

اس کتاب کا مطالعہ کریں:

" نپولین ہل " کی ایک شہرہ آفاق کتاب ہے Think and grow rich جس کا ہندی ترجمہ " سوچیے اور امیر بنیے " کے نام سے بھی بک اسٹالوں پر دستیاب ہے، نپولین ہل نے اس کتاب میں چند پیسوں سے زیادہ پیسہ کمانے کے سلسلہ میں کچھ اصولوں کی نشاندہی کی ہے نیز تاریخ کی ایسی بہت سی شخصیات کا ذکر بھی کیا ہے جو سماج کے عام طبقے سے اٹھ کر دنیا کے امیر ترین انسانوں کی فہرست میں شامل ہوئے، اس کتاب کا موضوع اگرچہ دولت کمانے کے ارد گرد گھومتا ہے مگر اس کے ضمن میں نپولین ہل نے جو اصول، آگے بڑھنے کے راز اور اپنے مقصد اور ہدف کو پانے نیز زندگی میں کچھ کر دکھانے کی طرف ذہنی رہنمائی کی ہے وہ ہر طبقہ اور شعبہ اور ہر میدان سے جڑے ہوئے لوگوں کے اندر لگن، جذبات اور کامیاب ہونے کی سوچ پیدا کرنے کے لیے کافی موثر ہے۔

نپولین ہل نے یہ کتاب تقریباً بیس سال کی انتھک محنت کے بعد تیار کی ہے، یہ کتاب دنیا کی سب سے زیادہ بکنے والی کتابوں میں شمار کی جاتی ہے اور آج ہر طبقے میں یہ کتاب پورے انہماک کے ساتھ پڑھی جا رہی ہے۔ میں مدارس کے ہوش مند طلبہ سے صرف اتنا عرض کروں گا کہ ہو سکے تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں ہو سکتا ہے کہ آپ کی زندگی میں کوئی انقلاب برپا ہو جائے اور آپ کے اندر بھی کچھ کرنے کے جذبات پیدا ہو جائیں (یہ میرا اپنا عندیہ ہے اگر کتاب خریدنے کے بعد آپ کو پسند نہ آئے تو کم سے کم مجھے اپنی بددعاؤں سے محفوظ رکھیے گا)

حاصل گفتگو: صرف یہ ہے کہ وقت کی قدر کریں اور جو مواقع آپ کو مل رہے ہیں اسے اپنے رب کا فیضان سمجھیے اور ہمیشہ کچھ خاص کرنے کی سوچیے۔ اگر وقت بہت نکل چکا ہو تب بھی مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے کچھ کرنے کے لیے وقت کی قید کوئی معنیٰ نہیں رکھتی۔ خدائے پاک اپنے حبیب کے صدقہ میں ہمارے طلبہ کو ہر پریشانی سے محفوظ رکھے اور انہیں مستقبل میں کچھ نمایاں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ☆☆☆

جانوروں کے شرعی احکام فتاویٰ رضویہ کی روشنی میں

(آخری قسط)

مولانا محمد شاہد القادری

حدیث شریف میں گائے کا ذکر:

☆حضرت عبد بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر بہت ناراض وغضب ناک ہوتا ہے جو گایوں کی طرح زبان کو توڑ موڑ کر کلام کرتا ہے"۔ (الحدیث)

☆حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "سرکار مدینہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم اہل عینہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لوگے تو گایوں کی دم تھام لوگے اور کھیتی کو مشغلہ بنا لوگے، اور جہاد کرنا چھوڑ دوگے، تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالموں اور ذلیل کردینے والوں کو مسلط کردے گا جو تمہیں ایمان سے بالکل نہتے کردے گا، یہاں تک کہ تم اپنے دین پر لوٹ آؤ۔" (الحدیث)

حضرت فقیہ اسلام محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گائے ربیل ربھینس کے تعلق سے حکم شرع بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

☆"کوئیں میں سے گائے یا بھینس کا پٹھا نکلا جو بندش کے کام میں آتا ہے (اس سے کنواں نجس نہیں ہوتا) طاہر ہے مطلقاً، اگرچہ گل گیا ہو۔" (حصہ اول، ص:۵۶۱)

☆ایک کوئیں میں پھکنا (پیشاب کی تھیلی) گر گیا، اس وقت اس میں پیشاب نہ تھا، بلکہ بچے اس میں پھونک رہے تھے، ان کے ہاتھ سے گر گیا یہ نہیں معلوم کہ گائے کا ہے یا بھینس کا، پھکنا نکال لیا گیا، اب کوئیں کی نسبت کیا حکم ہے؟ اس سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

"کنواں پاک ہے، کہ مذبوح ماکول اللحم کا پھکنا بالاتفاق اپنی ذات میں توکوئی نجاست نہیں رکھتا۔" (حصہ اول۔ ص:۵۶۲)

☆گائے ربکری کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو وقت پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔ (حاشیہ حصہ اول رص:۵۶۳)

☆اس زمانے میں گورنمنٹ نے شہر بہ شہر قصبہ بہ قصبہ گاؤں بہ گاؤں مویشی خانہ مقرر کر رکھے ہیں، اس میں لاوارث گائے، بیل، بکری داخل کی جاتی ہیں، اور وہ زیادہ سے زیادہ پندرہ یوم مویشی خانہ میں اس وجہ سے رہتی ہیں کہ جب مالک مویشی آئے گا، اس وقت زر جرمانہ و زر خوراک وصول کر کے چھوڑا جائے گا، اور جب میعاد مقرر تک مالک راس نہیں آیا تو اس جانور کو حاکم پرگنہ یا حاکم متعلقہ نیلام کر دیتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی بیع جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس قسم کی گائے، بیل وغیرہ نیلام سے خرید کر بقر عید پر قربانی کرنا اس جانور کا جائز ہے یا نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ اگر ایسے جانور کو دوسرا شخص خریدے خواہ ہندو یا مسلم پھر اس سے ایک اور شخص خرید کر کے قربانی کرے تو جائز ہے یا نہیں، قربانی کرنے والے کو اس کا علم ہے کہ اس نے مویشی خانے میں سے نیلام خریدی ہے، زید، عمر دونوں مولوی ہیں، یہ دونوں کہتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی جائز ہے اور بکر ایک مولوی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ جانور حکم لقیط میں ہے، لہٰذا ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں؟

جواب: جو چیز بے اطلاع مالک بیچی جائے وہ بیع اجازت مالک پر موقوف رہتی ہے، قبل از اجازت اگر سو بیعیں یکے بعد دیگرے ہوں، سب اسی کی اجازت پر موقوف رہیں گی، اور قبل اجازت اس میں کوئی اس کا مالک نہ ہوگا، نہ اس کا تصرف جائز ہو، نہ اس کی قربانی ہو سکے، لقطہ کا حکم تشہیر ہے، اس کے بعد فقیر پر تصدق نہ کہ بلا تشہیر بیع، ہاں! بعد اطلاع جس بیع کو وہ نافذ کردے نافذ ہو جائے گی، جب کہ بائع و مشتری و مبیع قائم ہوں۔ (ہفتم، ص:۵۳)

☆**چھپکلی:** اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے زہر رکھا ہے، اس کے جسم پر برص کے مثل داغ ہوتے ہیں، اس جانور کا خاصہ یہ ہے کہ اگر اس نمک کے ساتھ ملا دیا جائے تو اس میں برص کے جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں، اس لیے اگر اس کو انسان کھائے تو برص زدہ ہو جائے، اس کو خواب میں دیکھنا چغلخور، فاسق، فاجر کی جانب اشارہ ہے۔ (حیاۃ الحیوان رج:۲رص:۴۴۴)

حضرت فقیہ اسلام علیہ الرحمۃ چھپکلی کے بارے میں حکم شرع بیان کرتے ہیں:۔

☆"چھپکلی اگر کوئیں میں گر کر مرجائے اور پھول یا پھٹ جائے توکس قدر پانی کوئیں سے نکالا جائے گا؟ جواب تحریر فرماتے ہیں:

سب (پانی نکالا جائے گا) کہ اس میں دم سائل ہوتا ہے، فقیر نے خود اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا ہے۔ (حصہ اول رص:۵۶۷)

☆ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی، قریب چار پانچ منٹ کے بعد کہ سرکہ میں پڑی رہی، بعد ازاں اسے زندہ نکال لیا کہ بھاگ گئی، ایسی صورت میں اس سرکہ کا کھانا چاہیے کہ نہیں، اور حرام ہے یا کہ مکروہ، اور اگر سرکہ میں مرجائے تو کیا حکم ہے؟

جواب: جب کہ وہ زندہ نکل آئے سرکہ پاک ہے۔ پھر اگر اس کا منہ سرکہ میں نہ ڈوبا تیرتی ہی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ ہی نہیں، اور ڈوب گیا تو غنی کے لیے کراہت تنزیہی ہے، فقیر کے لیے اس قدر بھی نہیں۔ ہاں! اگر مرجائے تو سرکہ کا ناپاک ہو گیا۔ (حصہ دوم رص:۵۰)

☆**مرغا رمرغی ربطخ:** مرغا کو اپنے بچے سے انسیت نہیں ہوتی ہے، یہ طبعاً احمق ہوتا ہے، جب کسی دیوار سے گر جاتا ہے تو اس میں اتنی سوجھ نہیں رہتی ہے کہ اپنے گھر چلا جائے، مرغ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کو رات کے اوقات معلوم ہوتے ہیں، جب اس کو بولنے کا وقت آتا ہے تو عین وقت پر بولتا ہے۔ (حیاۃ الحیوان رج:۲رص:۳۷۵)

مرغی کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ اگر اس کے پاس سے کوئی درندہ گزر جاتا ہے تو بالکل نہیں ڈرتی، شہر کی مرغیاں بلی سے زیادہ ڈرتی ہے، مرغی فطرتاً مشترک الطبیعت واقع ہوئی ہے، کیونکہ گوشت بھی کھاتی ہے، مکھیاں، روٹی، اور دانہ بھی چگتی ہے، مرغی جب بوڑھی ہو جاتی ہے تو اس کے انڈوں میں مادۂ تولید ختم ہو جاتا ہے اور اس کے انڈوں سے بچے پیدا نہیں ہوتے ہیں۔ (حیاۃ الحیوان رج:۲رص:۳۴۸)

حدیث شریف میں مرغ کا تذکرہ:

☆حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم مرغ کی آواز سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو، کیونکہ اس نے فرشتہ کو دیکھا، اور جب گدھے کی آواز سنو تو شیطان سے اللہ کی پناہ مانگو کیونکہ اس نے شیطان کو دیکھا۔ (ترمذی شریف)

☆حضرت خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرغ کو گالی مت دیا کرو کیونکہ یہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔ (ابن ماجہ شریف)

حضرت فقیہ اسلام محدث بریلوی علیہ الرحمہ مرغا اور مرغی کے تعلق سے قانون شریعت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

☆سوال ہوا کہ ایک مرغ اور مرغی کوئیں گرے اور زندہ نکل آئے، ان کے نکالنے کو خشک کھانچا جس میں نجاست کا ہونا معلوم نہیں مرغی اس میں بند ہوا کرتی تھی، ڈالا گیا، اس صورت میں کوئیں میں سے کتنے ڈول نکالے جائیں، اور ان کا نکالنا یا اس کے دام دینا اس شخص پر لازم آئے گا یا نہیں، جس کی وہ مرغی ہے، حالانکہ مرغی آپ مرغ سے بھاگ کر اس میں گری؟

" (کوئیں سے) ۲۰رڈول (پانی) نکالیں جائیں اور کھانچے میں مرغی کا بند ہوا کرنا اس کی نجاست پر یقین کا موجب نہیں، جیسے استعمالی جوتا، اور خود جانوروں کے پنجے پاؤں اس کا تاوان اس پر نہیں، جس کی وہ مرغی تھی، اگر اس سے جبراً لیا جائے گا ظلم و حرام ہو گا" (حصہ اول رص:۵۶۷)

☆مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک؟ اور جس شئے کی بیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟

جواب: ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے، یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے، اور جس کی نجاست خفیفہ ہے جیسے باز یا کوا تو اس کی قے بھی نجاست خفیفہ، اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بط یا مرغی اس کی قے بھی نجاست غلیظہ ہے، اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے تو اس کا پوٹا معدن نجاسات ہے، پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی، یا نجس سے مل کر آئے گی، بہر حال مثل بیٹ نجاست رکھے گی، خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ، بخلاف اس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی، مثلاً مرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اچھو لگا اور نکل گیا، یہ پانی بیٹ کا حکم نہ رکھے گا بلکہ اسے سؤر یعنی جھوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اس کے منہ سے مل کر آیا ہے، اس جانور کا جھوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہو گا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی، جو مرغی چھوٹی پھرے اس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہو گا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا ہے۔ (حصہ دوم رص:۵۴)

☆**خنزیر:** اس کا شمار مویشی اور درندوں دونوں میں ہوتا ہے، اس کے پیروں کھریاں ہیں، اور گھاس بھی کھاتا ہے، اس کی درندگی کی صفت یہ کہ اس کے منہ میں دو دانت ہیں جن سے وہ پھاڑتا اور چیرتا ہے، اس کے دانت بدن کے جس حصے پر پڑ جائے وہاں کی ہڈیاں رگ و پٹھے سب کاٹ دیتے ہیں، یہ جانور نجس العین ہے۔ (حیاۃ الحیوان رج:۲رص:۲۹۴)

حدیث میں خنزیر کا تذکرہ:

حضرت ابو ہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار ابد قرار ﷺ

نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام عادل حکمراں بن کر نازل ہوں گے ،وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور خنزیر کو ساقط کریں گے۔(مسلم شریف)

حضرت فقیہ اسلام علیہ الرحمۃ اس نجس العین جانور کے بارے میں حکم شرع صادر فرماتے ہیں:۔

ایک کوئیں میں خنزیر گر گیا، زندہ نکالا گیا، اور وہ کنواں بہت بڑا ہے، جس میں اندازاً بارہ گز پانی ہے، کس قدر پانی نکالنے سے پاک ہوگا؟

جواباً تحریر فرماتے ہیں "اسے نکالنے کے وقت جتنا پانی کوئیں میں تھا اس سب کا نکل جانا ضروری ہے، اور خنزیر کے مردہ اور زندہ ہونے میں کچھ فرق نہیں، کہ وہ عین نجاست ہے، پانی اگر بہت زیادہ ہے ایک ساتھ نہیں نکل سکتا، تو بتدریج نکالیں، مثلاً تین ہزار ڈول پانی ہے ہر روز ہزار ڈول نکالیں تو تین دن میں پاک ہوجائے گا، یا تین تین سو تو دس دن میں۔" (حصہ اول/ص:۵۷۵)

☆**ہاتھی:** ہاتھی بہت ہی مشہور و معروف جانور ہے، ہاتھی پانچ سال کی عمر میں بالغ ہوتا ہے، ہتھنی دو سال میں حامل ہوتی ہے، جب یہ حامل ہوتی ہے تو ہاتھی اس کے قریب نہیں جاتا، ہاتھی کی زبان کے بارے لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی زبان الٹی ہوتی ہے، اور یہ کہ اس کی زبان سیدھی ہوتی تو یہ انسان کی طرح باتیں کرتا، لیکن یہ غلط ہے، ہاتھی کے دو دانت بہت بڑے ہوتے ہیں، ہاتھی کی سونڈ ایسی لچکدار ہڈیوں کا مجموعہ ہے، جس کو وہ اپنی منشاء کے مطابق استعمال کرتا ہے، یہ سونڈ ہی اس کی ناک ہے، ہاتھی کو اللہ تعالیٰ نے بہت ہی فہم سے نوازا ہے ایسا زبردست جثہ والا جانور، مگر اس کی چال بہت دھیمی، اس کی عمر چار سو سال سے بھی زیادہ ہوتی ہے، ہاتھی اور بلی کے درمیان پیدائشی دشمنی ہے، چنانچہ جب ہاتھی کبھی بلی کو دیکھ لیتا ہے تو بھاگ جاتا ہے۔(حیاۃ الحیوان/ج:۳/ص:۲۷۷)

حضرت فقیہ اسلام امام احمد رضا قادری علیہ الرحمۃ ہاتھی کے تعلق سے حکم شرع بیان کرتے ہیں:۔

☆سوال ہوا کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے، اگر سرمہ دانی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو رکھنا اس کا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جائز ہے۔ حضور اقدس ﷺ عاج (ہاتھی دانت) کا کنگھا کرتے تھے۔(دوم/ص:۴۷)

☆**ایک شخص** اپنے ہاتھی کو قریب کنواں کے نہلاتا ہے، اور اس کی چھینٹیں کنویں کے اندر جاتی ہیں، اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنوئیں ڈالتا ہے، ایسی صورت میں کنوئیں کا کیا حکم ہے؟ اس کے پانی کا استعمال غسل، وضو، کھانے، پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اس سے وضو یا غسل کیا تو نمازوں کا اعادہ کیا جائے گا یا نہیں؟

جواب: ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح ناپاک نہیں ، مگر اس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا، یقیناً ناپاک ہیں ،جب وہی ڈول کنوئیں میں ڈالا، سب پانی ناپاک ہوگیا، اس کا استعمال وضو، غسل، خورد و نوش میں حرام ہے، اور وضو غسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے۔(حصہ دوم/ص:۱۳۸)

☆سور، کتا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیات قرآن مجید؟

جواب: جس وجہ خاص سے تم طاہر کیے گئے۔(حصہ دوم/ص:۱۳۹)

☆**چوہا:** چوہے سے زیادہ مفسد کوئی جانور نہیں ہے، چوہوں کی کئی قسمیں ہیں، مثلاً گھونس، چھچھوندر وغیرہ، چوہے نہ کسی چھوٹے کو بخشتے ہیں اور نہ بڑے کو، جو چیز بھی اس کے سامنے آتی ہے اس کو تلف کر دیتے ہیں، اس کے فسادی ہونے کے لیے سد مآرب کا قصہ کافی ہے، اس کی حیلہ سازی کا یہ عالم ہے کہ جب یہ کسی ایسی تیل کی بوتل یا برتن کے پاس آتا ہے جس میں اس کے منہ کی رسائی نہیں ہو پاتی تو یہ اس میں اپنی دم ڈال کر تیل میں تر کر لیتا ہے اور پھر اس کو چوس لیتا ہے اور تیل ختم کر دیتا ہے۔(حیاۃ الحیوان ج:۳/ص:۲۴۴)

حدیث شریف میں چوہے کا تذکرہ:

☆حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ چوہے نے آکر چراغ کی بتی اپنے منہ میں لے لی، اور اس کو لے جا کر حضور اقدس ﷺ کے سامنے مصلیٰ پر جس پر آپ ﷺ تشریف فرما تھے ڈال دیا، جس کی وجہ سے مصلیٰ کا وہ حصہ جس پر آپ ﷺ سجدہ کیا کرتے تھے بقدر ایک درھم جل گئی،(ابوداؤد شریف)

☆حضور اقدس ﷺ نے حکم دیا کہ سوتے وقت آگ بجھا دیا کرو اور اس کی علت یہ بیان فرمائی کہ چوہے گھر میں آگ لگا کر گھر والوں کو جلانا چاہتے ہیں۔ (مسلم شریف)

حضرت فقیہ اسلام علیہ الرحمۃ الرضوان چوہے کے بارے میں

حکم شرع صادر فرماتے ہیں:۔

چوہاراب (گنے کا رس، شیرہ) کے گھڑے میں گر کر مر گیا، پھولا پھٹا نہ تھا، نکال ڈلا، یہ راب پاک ہے یا ناپاک، اور طریقۂ تطہیر کیا ہے؟

جواب: اگر وہ راب جمی ہوئی ہے جب تو چوہے کے گرد کی تھوڑی راب نکال ڈالیں، باقی سب پاک ہے۔ اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہوگئی، اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں:

(۱) جس قدر راب ہو اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جوش دیں، یہاں تک کہ پانی جل جائے، تین بار ایسا ہی کریں، مگر اس میں دقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہوجائے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملا کر جوش دینا کچھ شرط نہیں، اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس شئے کے اجزا سے خوب خلط ہو کر پانی تین بار جدا ہوجائے یہ بات اگر صرف پانی ملا کر حرکت دینے سے حاصل ہوجائے کافی ہے۔

(۲) دوسرا طریقہ سہل و عمدہ یہ ہے کہ اس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے رہیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو، اور ابل کر ہاتھ دو ہاتھ بہ جائے سارا گھڑا پاک ہوجائے گا۔ یا دوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملا کر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہو کر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہوجائے گی۔ یوں راب ضائع بھی نہ جائے گی، مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد، ورنہ وہ پاک بھی ناپاک ہوجائے گی۔ لہذا بہتر یوں ہے کہ پاک کی دھاریں پہلے چھوڑیں بعدہ اس میں ناپاک کی دھار ملائیں، اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں، بعدہ پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک راب گھڑے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گھڑے میں دیگچہ سے بھر لیں، اور باقی ماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ مین جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہولی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں، ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملا کر یونہی پاک کرسکتے ہیں۔ (جیسے) دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس، وعلیٰ ھذا القیاس۔ (حصہ دوم / ص:۴۸،۴۷)

کتوبر: کبوتر میں اللہ تعالی نے خاصیت دی ہے کہ اگر اس کو ایک ہزار میل کے فاصلے سے بھی چھوڑا جائے تو یہ اڑ کر اپنے گھر پہنچ جاتا ہے، نیز دور دراز ملکوں سے خبریں لاتا اور لے جاتا ہے، شکار کرنے والے پرندے اس کی گھات میں رہتے ہیں، مگر جس قدر یہ باز سے ڈرتا ہے، اتنا کسی دوسرے پرندے سے نہیں ڈرتا ہے، عام طور پر کبوتر کی عمر آٹھ سال ہوتی ہے، کبوتر چھ ماہ تک جفتی کرتا ہے، اور کبوتری چودہ دن حاملہ رہتی ہے، پہلے اور دوسرے انڈے کے درمیان ایک دن اور ایک رات کا فصل ہوتا ہے، ایک انڈے سے نر اور ایک سے مادہ پیدا ہوتا ہے، دن کے کچھ حصوں میں نر انڈوں پر بیٹھتا ہے اور باقی حصہ میں مادہ انڈوں کو سیتی ہے، اور انڈے دینے کے وقت نیز انڈے دینے کے بعد اگر کبوتری اپنے گھر میں نہیں جاتی تو کبوتر مار مار کر اس کو خانہ میں لے جاتا ہے اور مستقل اس کے پیچھے پیچھے پھرتا رہتا ہے۔ (حیاۃ الحیوان، ج:۲، ص:۱۹۷)

حدیث شریف میں کبوتر کا ذکر:

☆ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں "حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی صاحب نے دل اچاٹ رہنے کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کبوتر پالو" (طبرانی شریف)

☆ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے گھر میں وحشت محسوس ہوتی ہے، تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کبوتر کا جوڑا پال لو، جب وہ بولا کرے تو تم ٹھیک اس وقت اللہ کا ذکر شروع کردیا کرو۔ (ابن عساکر)

سیدی فقیہ اسلام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کبوتر کے تعلق سے حکم شرع ارشاد فرماتے ہیں " پرایا کبوتر پکڑنا حرام ہے، اور اس کا فاعل فاسق و غاصب ہے، بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کے کبوتر نہیں پکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے، یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے، جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے، تو اس کے لیے بھی شرع مطہر میں حکم ہے کہ اسے نہایت سختی سے منع کیا جائے، تعزیز دی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عہدہ دار اس کے کبوتر ذبح کرکے اس کے سامنے پھینک دے، جب کبوتر بازی بیرون مسجد اپنے گھر میں حرام ہے تو مسجد میں کس درجہ اشد تر حرام ہوگی۔" (حصہ ششم، ص:۴۰۲،۴۰۱)

☆گوبر / مینگنی / لید کے تعلق سے شرعی احکام:

☆ مینگنی، گوبر اور لید خشک یا تر، ثابت یا ریزہ ریزہ کوئیں میں گر جائے اگر قلیل ہو جسے دیکھنے والا کم کہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔

(حاشیہ حصہ اول / ص:۵۷۳)

☆ اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے، نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں؟

جواب: اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں، نماز ہوجائے گی ورنہ نہیں، اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں۔ (حصہ دوم /ص:۱۳۲)

☆بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے، جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہو کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہوجائے، کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی، اور بالفرض اگر اس سے زائد بھی دھبے ہوں اور دھونے سے سچی معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔ (دوم، ص:۱۳۹)

☆جانوروں کے ہڈی کے تعلق سے حکم شرع:

☆ہڈی ہر جانور کی پاک ہے، حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار، جب کہ اس پر بدن میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو، سوا سوّر کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے، مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں، ہاں! اس کا ترک بہتر ہے۔ (حصہ دوم /ص:۸۶)

☆ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول و نامذبوح کہ بھی مطلقاً پاک ہیں، جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی) نہ ہو، سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے، اس کا ہر جز وبدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا۔ اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے ان کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں، اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہی عدم اختلاط دم خود پاک ہے، تو اس کی آمیزش سے استخواں (ہڈی) کیوں کر ناپاک ہوسکتے ہیں۔ مگر حلال و جائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں، حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ شرعی مرجائے یا کاٹا جائے بجمیع اجزا حرام ہے، اگرچہ طاہر ہوا کہ طہارت مستلزم حلت نہیں، جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیرہ ذالک کہ سب پاک ہیں۔ (حصہ دوم /ص:۸۸۔۸۹)

☆قوم جن کے وفد جو بارگاہ اقدس حضور پر نور سید العالمین ﷺ میں حاضر ہوئے اور اپنے اپنے جانوروں کے لیے خوراک طلب کی، ان سے ارشاد ہوا "تمھارے لیے ہر ہڈی ہے، جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے، یعنی حلال مذکی جانور کی ہڈی ہو، وہ تمھارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اس وقت تھی، جب اس پر گوشت پورا کامل تھا، (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمھارے چوپایوں کے لیے چارہ ہے پھر انسانوں سے ارشاد ہوا "اور مینگنی سے استنجا نہ کرو کہ وہ تمھارے بھائیوں کی خوراک ہے"۔ (دوم، ص:۱۴۵)

گوشت: ☆کسی شخص نابالغ یا بالغ نے بکری یا گائے یا بھینس کے ساتھ مجامعت کی، اس شخص کے واسطے کیا حکم ہے، اور نیز اس جانور کا گوشت کھانا یا پالنا جائز ہے یا نہیں؟

سیدی محدث بریلوی جواب تحریر فرماتے ہیں: نابالغ کو تنبیہ کریں، بالغ پر تعزیر ہے، جس کا اختیار حاکم کو ہے، وہ جانور ذبح کر کے فنا کر دیا جائے، گوشت کھال جلادیں، پالا نہ جائے۔ (حصہ پنجم، ص:۹۸۳)

☆کوئی شخص زندہ گائے یا بکری وغیرہ کی کھال چھوڑ کر صرف گوشت خریدے، ذبح کرنے کے بعد دس بارہ آدمی مل کر تقسیم کر کے کھائیں تو اس صورت میں بیع کیسی ہے؟ جواب: بیع فاسد ہے۔ (حصۂ ہفتم، ص:۳۶)

☆ہندو کے یہاں کا گوشت حرام ہے، جب تک وہ گوشت اس جانور کا نہ ہو جسے مسلمان نے ذبح کیا اور اس وقت تک مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہو، باقی کھانے اگر ان میں کوئی وجہ حرمت نہ معلوم ہو تو حلال ہیں۔ (حصہ نہم: ص:۲۲۸)

کھال: کھال اگر پکا کر یا دھوپ میں سکھا کر دباغت کر لی جائے تو بیچنا جائز ہے، ورنہ حرام و باطل ہے، باطل ہڈی پر اگر دسومت (چکنائی) نہ ہو خشک ہو تو اس کی بھی بیع جائز ہے۔ اور ان احکام سے خنزیر مستثنیٰ ہے، اس کی کھال یا ہڈی کسی حال میں اصلاً خرید و فروخت یا کسی قسم کے انتفاع کے قابل نہیں۔ (حصہ ہفتم، ص:۳۶)

جانوروں کو لڑانا: شکرا باز پالنا درست ہے، اور ان سے شکار کرانا اور اس کا کھانا بھی درست ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ غذا و دوا یا کسی نفع صحیح کی غرض سے ہو تفریح و لہو و لعب نہ ہو، ورنہ حرام ہے، یہ گنہگار ہوگا اگرچہ ان کا مارا ہوا جانور جب کہ وہ تعلیم پا گئے ہوں، اور بسم اللہ کہہ کر چھوڑا ہو حلال ہوجائے گا،، بٹیر بازی، مرغ بازی اور اسی طرح ہر جانور کا لڑانا جیسے لوگ مینڈھے لڑاتے ہیں، لعل لڑاتے ہیں، یہاں تک کہ حرام جانوروں مثلاً ہاتھیوں، ریچھوں کا لڑانا بھی سب مطلقاً حرام ہے، کہ بلاوجہ بے زبانوں کو ایذا ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ کبوتر پالنا جب کہ خالی دل بہلانے کے لیے ہو اور کسی امر ناجائز کی طرف نہ ہو جائز ہے، اور اگر چھتوں پر چڑھ کر اڑائے کہ مسلمانوں کی عورات پر نگاہ پڑے یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکے جو کسی کا شیشہ توڑیں یا کسی کی آنکھ پھوڑیں یا کسی کا دم بڑھائے اور تماشہ ہونے کے لیے دن بھر انہیں بھوکا اڑائے، جب اترنا چاہئے نہ اترے ایسا پالنا حرام ہے۔ (حصہ نہم، ص:۱۹۵) {ماخذ: فتاویٰ رضویہ قدیم، مطبع: رضا اکیڈمی، ممبئی}

تصوف کی حقیقت

قرآن وحدیث اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں

شمس الزماں جامعی

اسلام کا تعلق انسان کے ظاہر و باطن سے ہے ،وہ جس طرح ظاہری اعمال کی بجاآوری پر زور دیتا ہے اسی طرح باطن کے مکمل خلوص وانہماک پر زور دیتا ہے۔جسم کی ظاہری پاکیزگی کے ساتھ قلب کی اندرونی پاکیزگی کو بھی نہایت اہمیت حاصل ہے اور جب ظاہری اعمال و کرداراور باطنی پاکیزگی وقلب کی صفائی ہم آہنگ ہوجائیں تبھی انسان احسان کے درجے تک پہنچتاہے جو دنیامیں اہلِ ایمان کی منزلِ مقصود ہے ۔یہ سچ ہے کہ ذوقِ طلب انسان کی فطرت میں ہے یہی وجہ ہے کہ انسان ہمیشہ عرفانِ حقیقت کا متلاشی اور رضائے مولیٰ کا طالب رہاہے اور اسی طلبِ اَصل و حقیقت نے اسے مختلف جہات و آفاق میں ہمیشہ سرگرم عمل رکھاہے۔لیکن حقیقت اس کے لیے خواب کی مانند ہوتی ہے جسے وہ مختلف رنگوں میں دیکھتا ہے اور ہر جہت سے اسے پانے کی کوشش کرتا ہے، شاعری، آرٹ،فلسفہ،مذہب، اور سائنس سب تلاش وجستجو میں سراپا عمل وتحقیق رہتے ہیں اور ایک کو حسبِ توفیق وظرف اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ملتا بھی ہے ،لیکن ایک ذی عقل اور باشعور انسان کی تلاش مکمل عرفانِ حقیقت کی ہوتی ہے۔

انسان نے جب سے اپنی ذات اور اس دنیائے فانی کے بارے میں سوچنا شروع کیا اس میں حقیقت کو پالینے کا جذبہ بڑھتا گیا اور اس کی طلب فزوں تر ہوتی چلی گئی، اپنی تشنگی شوق کو بجھانے کے لیے اس نے جو طریقے اختیار کیے اور جس علم باطنی کا اس نے سہارا لیا اس علم باطن کو ''اسلامی تصوف'' کہتے ہیں ۔یہ ایک نہایت دلچسپ اور عجیب وغریب چیز ہے،اس کی دلچسپی کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اس کے غرائب نے اقوام عالم کے بعض سلیم الطبع وسلیم العقل اور بہترین دماغ رکھنے والوں کو اپنی طرف راغب کر لیاہے اور عوام کے تخیلات پر اپنا اتنا گہرا اثر ڈالا کہ ڈاکٹر اقبالؔ کو اپنے رنگ میں آکر یہ کہنا پڑا۔

دوعالم سے بیگانہ کرتی ہے دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

تصوف شکستہ دلوں کا مداوابن کر تقریباًدوسری صدی ہجری میں اس وقت سامنے آیا تھاجب فاسد نظامِ حکومت،دنیاپرستی اور عیش کوشی کے ماحول نے ملت کے باشعور اور مخلص افراد کے لیےگھٹن کا ماحول پیدا کر دیا تھا،صحیح فکر اور عمدہ کردار کے مخلص علماو صوفیا نے ملت کے افراد کی صحیح خطوط پر تربیت ،کردار سازی اور دین کی خدمت کے لیے یہ راستہ اختیار کیا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح تصوف نے دین وملت کی ایسی خدمات انجام دی ہیں کہ تاریخِ عالم میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

تصوف کی لغوی اور اصطلاحی تعریف :

تصوف کی لغوی تعریف میں علماکی مختلف آرا ہیں،بعض حضرات نے کہا:تصوف ''صفا'' سے مشتق ہے۔

شیخ ابوالفتح نسبی کا یہ قول اس کی تائید کرتا ہے کہ ''ان التصوف کلمة اشتقت من الصفا '' (تصوف صفا سے مشتق ہے)۔

شیخ خضری کا قول بھی اسی جانب راہنمائی کرتا ہے ''التصوف صفاء السرمن کدورة المخالفة''تصوف مخالفت کی گندگی سے باطن کو پاک کرنے کا نام ہے(کشف المحجوب)

کچھ لوگ کہتے ہیں تصوف مشتق ہے ''الصفو'' سے حالاں کہ تصوف کے باب میں جس لفظ کو شہرت حاصل ہے وہ ''الصوف'' اون کے معنی میں ہے یہ دَلق پوشی صوفیہ کی محبوب رہی،اسی لیے وہ صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

اماابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں :

''وتصوف اذا لبس الصوف کما یقال تقمص اذالبس ا لقمیص''. (رسالۂ قشیریہ ٢٠٤٤)

اصطلاحی تعریف :

صوفیائے کرام نے اپنے اپنے اعتبار سے تصوف کی تعریف کی ہے۔

سید الطائفہ جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:
" تصوف یہ ہے کہ حق تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کردے اور اپنی ذات کے ساتھ زندہ رکھے" ۔
امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری کے رسالۂ قشیریہ میں ہے انھوں نے حضرت جنید بغدادی کے حوالے سے لکھا ہے کہ تصوف حضورِ قلب سے ذکر کرنے، سن کر وجد میں آنے اور اتباع سنت کرتے ہوئے عمل کرنے کا نام ہے۔ (کائنات تصوف)
حضرت ابوسعید اعرابی فرماتے ہیں:
"التصوف كله ترك الفضول"
تصوف تمام فضولیات کو ترک کرنے کا نام ہے۔
حضرت غوث اعظم فرماتے ہیں:
"التصوف الصدق مع الحق و حسن الخلق مع الخلق"
تصوف رب کی فرماں برداری اور مخلوق کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے کا نام ہے۔
حضرت مرتعش فرماتے ہیں:
" التصوف كحسن الخلق" .
تصوف حسنِ اخلاق کا نام ہے۔

قرآن وحدیث سے تصوف کا ثبوت:

معترضین اعتراض کرتے ہیں کہ تصوف کا ثبوت قرآن وحدیث میں نہیں ہے اگر ہوتا تو قرآن میں لفظِ تصوف ضرور استعمال ہوتا، حالاں کہ لفظ تصوف کا قرآن میں نہ پایا جانا تعلیمات تصوف کے منافی نہیں کہا جاسکتا اور نہ اس کی وجہ سے تعلیماتِ تصوف کو باطل قرار دیا جاسکتا ہے ۔جسے یہاں " تصوف" کہا جاتا ہے قرآن اسی لفظ کو "احسان" سے تعبیر کرتا ہے۔ قرآن کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو کئی آیتیں ہمیں اس کی تعبیرات میں نظر آتی ہیں جیسے "سورۂ بقرہ" کی آیت نمبر بارہ(۱۲) میں ارشاد باری ہے:
"بلی من اسلم وجهه لله وهو محسن"
ترجمہ: ہاں کیوں نہیں جس نے اپنا چہرہ جھکایا اللہ کے لیے اور نیکو کار ہے۔
اسی طرح سورۂ لقمان کی آیت نمبر بائیس (۲۲) میں ہے:
" ومن یسلم وجهه الی الله وهو محسن فقد استمسك بالعروة الوثقى والى الله عاقبة الامور"
تو جو اپنا رخ اللہ کی طرف کردے اور وہ نیکو کار (صاحب احسان) ہو تو بے شک اس نے مضبوط رسی تھامی اور اللہ ہی کی طرف ہے سب کاموں کی انتہا۔
متذکرہ آیات میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے ،طوقِ اطاعت گلے میں ڈالنے اور اپنے مکمل وجود کو اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کرنے کی بات بیان کی گئی ہے اور ایسا کرنے والے کو"محسن" کا لقب دیا گیا ہے یعنی صاحب احسان اور یہ ساری باتیں صوفیہ کے افکار و نظریات کی بنیاد اور تصوف کے اعلیٰ اصولوں میں سے ہیں۔
حدیثِ پاک میں بھی اس کی طرف واضح اشارہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور سے پوچھا "فاخبرنی عن الاحسان قال ان تعبدالله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك"(مشکوٰۃ شریف)
مجھے احسان کے بارے میں کچھ بتائیے! تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ مقام حاصل نہ ہو تو یہ یقین رکھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔
ایک دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:
" حفظت من رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعائین فاما احدهما فبثثته فيكم و اما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم يعنى مجرى الطعام" (مشكوٰة شريف)
حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دو طرح کا علم حاصل کیا ہے ان میں سے ایک کو میں نے پھیلایا ہے لیکن اگر دوسرے کو پھیلاتا تو میری گردن پر چھری چل جاتی۔
"قال الطيبي والمراد بالثاني علم الاسرار المصون عن الاغيار المختص بالعلماء بالله من اهل العرفان"
ترجمہ: علامہ طیبی نے کہا کہ حدیث میں علم ثانی سے مراد ایسا علمِ اسرار (علم تصوف) ہے جو اغیار سے بچاتا ہے اور یہ اہلِ عرفان میں سے اہل اللہ کے ساتھ خاص ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ المصابیح ص۳۷)
اس کے علاوہ بے شمار آیات اور احادیثِ کریمہ سے اس کا ثبوت ہوتا ہے اور اس کی حقیقت آشکارہ ہوتی ہے۔
حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

تصوف اسم نہیں رسم ہے، اس میں ہمہ گیری ہے، یہ ہر شے کے عرفان سے خالق تک پہنچنے کا راستہ ہے۔

چارپائے بروکتابے چند
نہ محقق شود نہ دانش مند

تصوف ایک ایسا راز ہے جس کا رازدار ہر ایک کو نہیں بنایا جاتا "نااہل را تربیت چناں است" لیکن ہاں جو لوگ اس لائق ہیں اسے اس کا راز دار بنایا جاتا ہے، جنھیں اصطلاح میں "صوفی" کہتے ہیں۔ صوفیہ کی یہ وہ جماعت ہے جنھوں نے ہمیشہ "الخلق عیال اللہ" اور "وکونو عباداللہ اخوانا" پر عمل کیا، ان کا تعلق ہر مذہب کے لوگوں سے تھا۔

"نافع السالکین" میں بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :

"در طریق ماہست کہ بامسلماں وہندو صلح باید داشت"

یعنی ہمارا طریقہ یہ ہے کہ سب کو مل جل کر رہنا چاہیے۔

ایک شخص نے بابا فرید گنج شکر کے ہاتھ میں قینچی پیش کی تو حضرت نے کہا مجھے سوئی دو میں کاٹتا نہیں جوڑتا ہوں، صوفیہ ہمیشہ شب بیداری کرتے اور مریدین کو شب بیداری کا عادی بناتے۔

شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی فرماتے ہیں:

"بیشتر شبہا بیداری می باید بر دزیراکہ نزول ابرار در شب می شود"

یعنی راتوں کو جاگنا چاہیے اس لیے کہ نزولِ ابرار رات ہی میں زیادہ ہوتا ہے۔

یہ بڑی بافیض، خداترس، پاکباز، عابدِ شب زندہ دار اور مخلوقِ خدا کی خدمت ورہنمائی کے لیے ہمہ وقت تیار وکمربستہ جماعت تھی، لیکن آج کل کچھ ایسے لوگ ہیں جو تصوف کے حروف کے اسرار ورموز سے بالکل نابلد ہیں اور اعلیٰ صوفی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

صوفی کی صفت کیسی ہو؟

حقیقی تصوف کا حقدار کون ہے؟ اس پر اقوال صوفیہ پیش کرکے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی وہ ہے کہ جب بولے تو اس کی زباں پہ حق جاری ہو اور جب خاموش ہو تو اس کے جسم کا ایک ایک رونگٹا زبانِ حال سے شہادت دے کہ اس کے اندر دنیا کی کوئی ہوس موجود نہیں۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی کی مثال زمین جیسی ہے کہ ہر مری چیز اس پر پھینکی جاتی ہے مگر اس سے ہر قسم کی خوبصورت چیز نکلتی ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری فرماتے ہیں:

صوفی وہ شخص ہے جو ننانوے صفتِ حق سے حقیقتاً موصوف ہو۔ (مکتوبات صدی بحوالہ روح تصوف)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی وہ ہے جس کے اندر دریا جیسی سخاوت، آفتاب جیسی شفقت اور زمین جیسا تواضع ہو۔

حضرت شہباز بھاگلپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

صوفی وہ ہے جس کا ظاہر وباطن آئینہ کی مثل ہو۔

(کائنات تصوف)

حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

صوفی کہ اندر یہ سات خصلتیں بھی پائی جانی بھی چاہیے۔

(۱) حضرت براہیم علیہ السلام کی سخاوت (۲) حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا (۳) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر (۴) حضرت زکریا علیہ السلام کی استقامت (۵) حضرت یحیٰ علیہ السلام کی غربت (۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت (۷) پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فقر۔ اگر ان میں سے کچھ نہیں ہے تو اس صوفی کے گدڑی میں لعل نہیں۔ (کائنات تصوف)

فی زمانہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کے اندر ان میں سے کچھ بھی نہیں، شریعت وطریقت پہ ذرہ برابر عمل نہیں اور صوفیت کا لبادہ اوڑھے بیٹھے ہیں۔ شیخ بایزید بسطامی جو اپنے وقت کے جلیل القدر صوفی اور اعلیٰ ترین بزرگ ہیں وہ فرماتے ہیں:

اگر تم کسی آدمی کو دیکھو کہ اسے کرامت دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ہوا میں اڑتا ہے پھر بھی تم اس سے دھوکا نہ کھانا یہاں تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ اوامر ونواہی کی پابندی اور شریعت کی پاسداری میں کیسا ہے۔

شیخ ابو سعید خراز کا ایک قول جسے امام قشیری نے اپنے یہاں بڑے اہتمام سے نقل کیا ہے کہ ہر وہ باطن (طریقت) جو ظاہر (شریعت) کے خلاف ہو وہ باطل ہے۔ (روح تصوف)

دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں صوفیہ کے نقش قدم پہ چلنے اور تصوف کی حقیقتوں سے واقف ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ☆☆☆

سَلفی اور سیلفی کی تباہ کاریاں

مولانا محمد شمیم اشرف ازہری

ایک زمانہ وہ تھا کہ جب سچے مسلمان سلفیوں (Salafee) سے پریشان تھے اور اب اس زمانہ میں سِلفی (Saelfee) سے پریشان ہیں۔ سَلفی حضرات نے امتِ مسلمہ کے اندر جو بگاڑ پیدا کیا، اور عقائد اہلِ سنت کی تباہ کاری میں جو رول ادا کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ یہ وہابیوں ہی کی ایک شاخ ہے جو اپنے آپ کو اسلاف کا تو مطیع بتاتی ہے، مگر حقیقت میں یہ گمراہ جماعت اسلاف مخالف اور اجماع مخالف ہے۔ سلف عربی لفظ ہے، بے ادب اور بے حیا لوگ آج اپنے آپ کو سلفی کہنے لگے، حالاں کہ سلف سے بیزار یہ لوگ اہلِ سنت و جماعت کو گمراہ اور بد دین کہنے کی جرأت کر رہے ہیں اور عقیدۂ اہلِ سنت کے بگاڑ کا سبب بن رہے ہیں۔ یہ لوگ ما انا علیه و اصحابی کی راہ سے بہت دور ہیں۔ ان سلفیوں کے عقائد و نظریات اہلِ سنت کے متفقہ عقائد سے متصادم اور جمہور کے سراسر خلاف ہیں۔ ان کی تباہ کاریاں اگر دیکھنا ہیں تو عرب ممالک کا دورہ کیجیے، جہاں ان کی تباہ کاریوں اور بربادیوں کے نشانات بہ آسانی آپ کو میسر آجائیں گے۔ وہ مسائلِ شرعیہ اور وہ عقائد صحیحہ جن پر زمانۂ قدیم ہی سے جمہور امت کا اجماع و اتفاق رہا، تحقیق کے نام پر انھیں غلط ثابت کرنے کے لیے انھوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔ ابھی امتِ مسلمہ ان کی تباہ کاریوں سے جوجھ رہی تھی کہ موبائل کے ذریعہ لی جانے والی سیلفی کی تباہ کاریاں بھی امتِ مسلمہ کے اوپر مسلط ہو گئیں۔

اس وقت ہم ایسے مادّی دور سے گذر رہے ہیں جو صرف اہلِ سنت و جماعت کے لیے ہی نہیں بلکہ سب کے لیے بڑا صبر آزما اور اعصاب شکن دور ہے۔ مادّی زندگی کی اس کڑی دھوپ میں سبھی لوگ سکون کی ایسی چھاؤں کی تلاش میں ہیں جہاں کچھ دیر کے لیے آرام کا موقع مل سکے، دل و دماغ کو راحت میسر آسکے۔ یہ حقیقت ہے کہ آج کے اس برق رفتار دور میں موبائل اور انٹرنیٹ نے انسان کو بہت سی آسانیاں فراہم کی ہیں۔ پوری دنیا کو ایک چھوٹے سے گاؤں میں ان چیزوں نے تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ہر چیز کی جس طرح مثبت اور منفی دو پہلو ہوتے ہیں، اسی طرح ان موبائلوں کے بھی مفید و مضر دو پہلو ہیں۔ ان کے ذریعہ جہاں دعوت و تبلیغ اور دینی و مذہبی کاموں کے فروغ میں بے پناہ مدد ملی ہے، وہیں اس سے بہت سی غیر شرعی، اسلام مخالف اور مذہب مخالف چیزوں کو بھی پھلنے پھولنے اور پھیلنے کا موقع ملا ہے۔ آج انسان اپنے راحت و سکون کے لیے موبائل اور انٹرنیٹ کا سہارا ڈھونڈتا ہے، مگر ایک مسلمان کو اگر کہیں راحت و سکون میسر آسکتا ہے تو وہ قرآن و سنت کے شجر سایہ دار کے علاوہ اور کہیں نہیں مل سکتا۔ موبائل کے ذریعہ امتِ مسلمہ میں جہاں بہت سی خرابیاں در آئی ہیں وہیں اس کی ایک خرابی اس زمانہ میں سیلفی بھی ہے۔ موبائل میں لگے ہوئے کیمرے کا آج دھڑلے سے لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ وہ سیلفی لینے میں نہ یہ خیال کرتے ہیں کہ کس جگہ ہیں، کہاں ہیں اور کس محفل میں ہیں۔ سیلفی کی صورت میں اب ایک نیا فتنہ شروع ہوا ہے۔ سِلفی، یہ ایک انگریزی لفظ ہے۔ جو لوگ حج و عمرہ و زیارت حرمین کا شرف پاتے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اب موبائل کیمرے نے سیلفی کے نام سے ایک نئی بدتمیزی شروع کی ہے۔ شوہر اور بیوی حرمِ مکہ میں کھڑے ہیں۔ کعبۂ مکرمہ کو پیٹھ کر کے ایک دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھے ہوئے بڑی ہی بدتمیزی اور بے حیائی کے ساتھ فوٹو بنا رہے ہیں۔ انھیں اتنی بھی شرم و حیا نہیں کہ ایک تو ان کا یہ فعل ہی حرام، دوسرے کعبہ کی بے ادبی اور لوگوں سے شرم و حیا کا بھی کوئی پاس و لحاظ نہیں۔ یہی حال اب مدینہ منورہ میں مواجہہ شریف میں بھی ہو رہا ہے، جہاں دو تین چار دوست و احباب یا میاں بیوی یا گھر کے سارے افراد مل کر مواجہہ شریف کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو جاتے ہیں اور مسکراتے، نیز قہقہے لگاتے فلمی ایکٹرس کی طرح فوٹو کھینچتے ہیں اور سیلفی لیتے ہیں۔ نہ انھیں خوفِ خدا، نہ شرمِ نبی، نہ لوگوں کا پاس و لحاظ اور نہ ہی مقاماتِ مقدسہ کے تقدس کا کوئی

خیال۔ سیلفی کی یہ فتنہ انگیزی اور طوفان بدتمیزی دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا ہے، دل درد سے کانپ اٹھتا ہے اور خیال پیدا ہوتا ہے کہ کہیں اللہ کا عذاب جلد ہی نازل نہ ہوجائے اور جزوی طور پر تو اس عذاب کی شکار جگہ جگہ امتِ مسلمہ ہو رہی ہے ۔ سَلفی فتنہ اگر عقیدہ بگاڑ رہا ہے تو سیلفی کا یہ فتنہ بے حیائی کو فروغ، عبادت کے خشوع و خضوع کو برباد اور اعمالِ صالحہ کو اکارت کر رہا ہے۔ اس کے ذریعہ عبادتوں کا نور ختم ہو رہا ہے۔ اعمالِ صالحہ کی کشش برباد ہو رہی ہے اور بے ادبی کی وجہ سے لوگ بے مراد ہو رہے ہیں۔

یہ فتنہ بہت تیزی کے ساتھ ہمارے معاشرہ میں اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے۔ روز بروز یہ فتنہ ہمارے گھروں، مقاماتِ مقدسہ ، نجی محفلوں، دینی اور مذہبی اجلاس اور دیگر جگہوں پر بہت تیزی کے ساتھ اپنے پیر پسار رہا ہے۔ سَلفی ہو یا سیلفی دونوں ہی فتنے امتِ مسلمہ کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس لیے اگر بروقت دونوں فتنوں کے سیلاب پر بند نہ باندھا گیا تو بہت جلد ایک طرف ہمارے نونہالوں کے عقائد برباد ہوں گے تو دوسری طرف ہماری نئی نسل بے ادب، گستاخ اور مقاماتِ مقدسہ کی توہین کرنے والی بن جائے گی۔

اس لیے امتِ مسلمہ کے زعما، قائدین، علمائے کرام، مفتیانِ عظام، مدارسِ اسلامیہ کے مدرسین، مساجد کے ائمہ ، جلسوں کے خطبا، سلاسلِ طریقت کے پیر صاحبان اور دیگر مذہبی اور سماجی ذمہ داروں سے میری یہ دردمندانہ اپیل اور گذارش ہے کہ آپ حضرات اپنے اپنے حلقۂ اثر میں اس فتنہ سے بچنے کی لوگوں کو تلقین کریں۔ ائمۂ کرام جمعہ کے موقع پر اپنی تقریروں میں لوگوں کو یہ پیغام دیں کہ مقاماتِ مقدسہ خاص طور پر حرمین طیبین میں جب حاضر ہوں تو انتہائی ادب و احترام اور خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر ہوں۔ بارگاہِ نبوی میں جب بلند آواز سے سلام پڑھنے کی اجازت نہیں ، بلند آواز سے کلام کرنے کی چھوٹ نہیں تو پھر اس بے حیائی کے ساتھ سیلفی لینے کی کیسے اجازت ہو سکتی ہے ؟ لوگوں کو سمجھائیں کہ یہ بداعمالیاں اور غیر شرعی کام کر کے اپنے حج و عمرہ کو برباد نہ کریں۔ آج کل مساجد میں یہ کتبے اور اعلانات لگے رہتے ہیں کہ موبائل بند کرلیں تو اس کا مقصد صرف یہی ہے کہ خشوع و خضوع برباد نہ ہو تو حج و عمرہ جیسی مقدس و اہم عبادت کے وقت آپ اپنے موبائل، خاص کر سیلفی کا استعمال کر کے اپنے حج و عمرے کی برکتوں سے کیوں محروم ہو رہے ہیں؟ بار بار اعلان کیے جائیں، جلسوں میں اس پر تقریریں کی جائیں، اپنے حلقۂ احباب اور عوامی نیز نجی مجلسوں میں اس فتنہ سے لوگوں کو متنبہ کیا جائے تاکہ یہ فتنہ سرد پڑ جائے اور امتِ مسلمہ کے اعمالِ صالحہ ضائع اور برباد ہونے سے بچ جائیں، اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆☆☆

(ص:۵۱/ کا بقیہ) آپ شاندار حافظ اور قرآن کے بہترین قاری تھے۔ جامعہ عربیہ انوار القرآن میں ۳۵/ برس تک تعلیم قرآن کی خدمت انجام دی۔ اس سے قبل اشاعت الاسلام بڑھنی اور دارالعلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا میں بھی کچھ عرصہ تک درس و تدریس میں مصروف رہے۔ آپ نے سیکڑوں افراد کو قرآن کا حافظ اور قاری بنایا۔ ترچناپلی مدراس کی نور مسجد میں چالیس سال تک تراویح پڑھائی ۔ انہوں نے کہا کہ قاری صاحب مرحوم کا اخلاق و کردار بہت بلند تھا۔ آپ بہترین کاتب بھی تھے۔ آپ نے حج بیت اللہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ صلوٰۃ و سلام اور قل شریف کے بعد قاری ذاکر علی قادری نے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی۔ اس موقع پر مدرسہ کے جملہ اساتذہ و طلباء موجود تھے۔ واضح رہے کہ مرحوم کی تدفین ۶/ اکتوبر بروز جمعرات بعد نماز ظہر ان کے آبائی وطن فاضل گاؤں کے قبرستان میں عمل میں آئی۔ جس میں مدارس کے اساتذہ ،علما، حفاظ اور قراء کے علاوہ کثیر تعداد میں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ ☆☆

نقوش حیات

امام المدرسین علامہ غلام محمد تونسوی

مولانا محمد منور عتیق

پیدائش اور خاندان: کاغذاتی اعتبار سے آپ کی پیدائش ۱۹۳۴ء میں تونسہ شریف کے قریب ایک پسماندہ گاوں "کھوہی "میں ہوئی۔ اس اعتبار سے آپ کی عمر مبارک اسی [۸۰] برس بنتی ہے جبکہ حقیقتاً آپ کی عمر نوے [۹۰] سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام غلام حیدر تھا اور بلوچ خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے چار شادیاں کیں۔ آخری زوجہ جناب میاں چنوکی صاحب زادی ابھی حیات ہیں ان ہی سے آپ کے بارہ بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔

تعلیم و تربیت: آپ نے اپنے علاقہ میں قرآن مجید حفظ کیا اور مولانا غلام رسول مرحوم نامی ایک عالم سے صرف و نحو کی ابتدائی کتابیں پڑھی۔ علم کی جستجو میں آپ غربت وافلاس کی حالت میں اپنے گھربار کو خیر آباد کہہ کر شہر سرگودھا پہنچے۔ وہاں چند روز رہے اور کسی نے انھیں بتایا کہ سیال شریف [ضلع سرگودھا] میں ایک جامع معقول و منقول عالم پڑھاتے ہیں تو وہیں سے آپ نے اپنا رخ مملکت علم کے اس بے تاج بادشاہ کی جانب اختیار کیا جنھیں دنیاے علم وآگہی ملک العلماعلامہ عطامحمد بندیالوی علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی ہے۔ آپ اپنے حلقے میں "بڑے استاد" کے لقب سے معروف ہیں۔ ایک سال آپ نے وہیں دار العلوم ضیاے شمس الاسلام میں بڑے استادوں کے پاس گزارا اور جب انھوں نے بندیال کی طرف رخ کیا تو حضرت علیہ الرحمۃ نے آپ کی ملازمت اختیار کرلی اور مزید تین سال آپ نے جامعہ مظہریہ امدادیہ [بندیال شریف] میں رہ کر بڑے استادوں سے معقولات و منقولات کی کتابیں مکمل فرمائیں۔ بندیال شریف میں آپ نے درس نظامی کی بڑی کتابیں متعدّد بار دہرائیں۔ آپ نے منطق میں قطبی و میر قطبی، میر زاہد ملاجلال، ملاحسن، قاضی مبارک، حمد اللہ، فلسفہ میں میبذی، صدرا، شمس بازغہ، علم ہیئت میں تصریح، شرح چغمینی، ہندسہ میں اقلیدس، عقائد میں خیالی و شرح عقائد، امور عامہ وغیرہ ،نحو میں الفیہ، شرح جامی و عبد الغفور و تکملہ، اصول فقہ میں توضیح و تلویح و مسلم الثبوت، تفسیر میں بیضاوی وغیرہ پڑھیں۔ آپ کی کلاس میں اس وقت یہ تین علماے کرام ہم سبق تھے: حضرت تاج الفقہاعلامہ عبدالحق بندیالوی دام ظلہ [مہتمم جامعہ مظہریہ امدادیہ بندیال شریف، ضلع خوشاب]، استاذ العلماعلامہ پیر محمد چشتی پٹھان مرحوم [سابق مہتمم جامعہ معینیہ غوثیہ، پشاور]، شیخ الحدیث علامہ اشرف سیالوی مرحوم۔ استاذ العلما علامہ پیر محمد چشتی مرحوم نے بتایا کہ سیال شریف سے بندیال شریف تک میں اور علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ شریک سفر رہے اور ہم سے ایک یا دو سال پہلے مناظر اہل سنت ابوالفتح علامہ محمد اللہ بخش مرحوم [مہتمم جامعہ مطفرہ رضویہ، واں بھچراں ضلع میانوالی] اور تاج الفقہاعبدالحق بندیالوی دام ظلہ بڑے استادوں کے پاس کتابیں پڑھ رہے تھے۔ خود حضرت تاج الفقہا دام ظلہ نے بتایا کہ جب علامہ تونسوی نے توضیح و تلویح پڑھی اس وقت میں اسے پڑھ چکا تھا مگر سماع کے لیے دوبارہ درس میں شریک ہوا۔

دوسری بار حضرت علیہ الرحمۃ، شیخنا المکرم استاذ العلماعلامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ اور استاذ العلماعلامہ فضل سبحان قادری دام ظلہ [مہتمم دار العلوم قادریہ، بغدادہ مردان] کے ساتھ اسباق میں پھر سماع کے لیے شریک ہوئے۔ علامہ فضل سبحان قادری نے بتایا کہ قاضی مبارک کا آخری پیریئڈ ظہر کے وقت ہوتا۔ اس وقت بندیال میں کوئی کمرے نہیں تھے۔ بڑے استاد سخت گرمیوں میں بھی اس سبق کو معطل نہ فرماتے اور بغیر بجلی کی سہولت کے ایک درخت کے نیچے گرم لو میں یہ سبق ہوا کرتا اور طلبہ پسینہ میں شرابور ہوتے۔ علامہ فضل سبحان قادری اور استاذ العلما علامہ پیر محمد چشتی نے بتایا کہ آخری سال میں حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ نے بڑے استادوں سے عرض کی کہ ہمیں در مختار پڑھادیں مگر آپ نے فرمایا کہ اس کتاب کو کوئی نہیں پڑھاتا اس کا صرف مطالعہ کرلیا کریں۔ بہر حال جب آپ نے اور تاج الفقہاعلامہ عبدالحق بندیالوی نے اصرار فرمایا تو چند ماہ بڑے استادوں نے در مختار بھی پڑھائی پھر آپ حج کے لیے روانہ ہو گئے۔ شارح بخاری و مسلم علامہ غلام رسول سعیدی [دار العلوم نعیمیہ، کراچی] بھی بڑے استادوں کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ نے خود

فقیر کو بتایا کہ علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ ایک زمانہ پہلے پڑھ کر فارغ ہو چکے تھے اور شاید اس وقت پیر سید جلال الدین قاسمی علیہ الرحمۃ کے مدرسہ میں تدریس فرمارہے تھے۔ استاذ العما علامہ پیر محمد چشتی دام ظلہ نے فقیر کو بتایا کہ اپنی اور علامہ اشرف سیالوی مرحوم کی بندیال سے فراغت کے بعد، علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ مزید دو سال وہیں بڑے استادوں کے پاس رہے اور کتابوں کو دو سے چار بار دوہرایا۔ جب ساتھی انھیں کہتے کہ اتنی بار کیوں پڑھ رہے ہو تو وہ یہ کہہ کر خاموش کرتے کہ تم تو اپنی تحریر کا سہارا لے لوگے مگر میں تو لکھ بھی نہیں سکتا اس لیے میں ان کتابوں کو اچھی طرح یاد کروں گا۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے دورہ حدیث بھی بڑے استادوں کے پاس کیا۔ آپ نے خود فرمایا کہ بندیال شریف میں دورہ حدیث صبح سے ظہر تک ہوتا اور بڑے استاد عمدۃ القاری اور فتح الباری سے جب تقریر فرماتے تو کسی کو وقت کا اندازہ نہ رہتا اور نہ پیاس کی حاجت ہوتی اور نہ بھوک کی یاد رہتی۔ حضرت تاج الفقہا علامہ عبد الحق بندیالوی دام ظلہ نے بتایا کہ جب بڑے استاد ملک العلما عطا محمد علیہ الرحمۃ بندیال سے ایک سال وڑچھہ شریف [ضلع خوشاب] پیر غلام دستگیر شاہ کی فرمائش پر ان کے زادے علامہ غلام حبیب شاہ کو پڑھانے کے لیے گئے تو علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ اور آپ خود بھی اس سال خانقاہ معلی کھڈ شریف حضرت علامہ محمد سعید ہزاروی مرحوم کے پاس بڑی کتابیں پڑھنے کے لیے چلے گئے۔

شوق علم والتزام شیخ: آپ کے التزام اور شوق علم کا یہ عالم تھا کہ چھٹیوں کے دنوں میں بھی آپ چھٹی نہ کرتے اور استادوں کی بارگاہ میں حاضر رہتے۔ جن راتوں کو بجلی نہ ہوتی چاند کی روشنی میں کتابوں کا مطالعہ فرماتے اور اسباق کی تیاری میں ناغہ نہ ہونے دیتے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ آپ نے کتابت نہ سیکھی اور صرف اپنا نام سادہ انداز میں تحریر فرما لیتے مگر علوم وفنون کا یہ جنون تھا کہ منزل یاد کرنے والے حفاظ کی طرح مصلیٰ پر کھڑے ہو کر اپنے اسباق کی عبارات کو حفظ کرتے یہاں تک کہ کئی مہینوں تک عبارات حفظ رہتی۔ مفتی محمد رفیق الحسنی نے بتایا کہ ملاحسن کا ایک سبق پڑھاتے ہوئے جب استادوں نے تقریباً چار ماہ پہلے کسی سبق کا حوالہ دیا تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فوراً وہ مقام نکال کر بتادیا کہ یہ مسئلہ فلاں مقام پر گزر چکا ہے۔ اس پر استاد بے حد خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا جس کی برکت سے ایک کائنات نے اپنے چراغ علم سے ہزاروں شمعیں روشن کیں۔ آپ اساتذہ کے وہ واحد شاگرد ہیں جنھوں نے ان کی صحبت میں رہ کر تمام بڑی کتابیں متعدّد بار مکمل فرمائیں جن کا تفصیلی ذکر ہو چکا ہے۔

ملک العلما کی نگاہ میں آپ کا مقام: حضرت ملک العلما علیہ الرحمۃ اکثر اپنے شاگردوں سے ملتے تو انھیں فرماتے کہ کاش تم میرے پاس ایک سال اور رک جاتے اور فلاں فلاں کتابیں پڑھ لیتے مگر حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ وہ واحد شاگرد تھے کہ بڑے استادوں نے خود بلا کر انھیں حکم دیا کہ آپ نے جو پڑھنا تھا ہم سے پڑھ لیا اب آپ بیٹھ کر پڑھائیں اور پھر الوداع فرما کر بیش بہا دعاوں و شفقتوں سے نوازا۔ یقیناً یہ بہت بڑی سعادت کی بات ہے کہ استاد کو اپنے کسی شاگرد پر اتنا اعتماد ہو کہ وہ اسے خود تدریس پر آمادہ کرے۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ بڑے استادوں کی حیات میں ہی حضرت علیہ الرحمۃ کی تدریس کا شہرہ پورے ملک میں پھیلنا شروع ہو گیا اور آپ نے انتہائی استقامت وصبر کے ساتھ اپنے استادوں کے حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے ایک زمانہ گزار دیا۔ حتی کہ ایک روز بقول علامہ حافظ عبد الرازق کے، حافظ نور محمد بڑے استادوں سے پوچھنے لگے کہ حضور آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہے؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا مولوی غلام محمد کہ جس نے ہماری تدریس کے مشن کو جاری رکھا۔ یہ بات پھر حافظ نے آکر آپ کو بتائی اور آپ نے بے انتہا خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا۔ "فضلاے بندیال" میں لکھا ہے کہ ایک روز بڑے استادوں نے حاشیہ خیالی شرح عقائد پڑھانے سے پہلے آپ سے خطاب کر کے کہا "ہاں، مولوی غلام محمد، آج خیالی کیا کہنا چاہتا ہے؟" تو حضرت نے فوراً مقام درس کی اپنے مطالعہ اور حفظ کے بل پر ایسی تقریر کی کہ بڑے استاد خوش ہوئے اور تائید فرما کر کہنے لگے کہ آج خیالی یہی کہہ رہا ہے۔ علامہ زادہ اسرار الحق بندیالوی نے بتایا کہ "بڑے استاد بحر العلوم ملک العلما علیہ الرحمۃ کو اپنی اس کلاس پر اتنا اعتماد تھا کہ آپ نے برملا فرمایا کہ دنیا کو کوئی مدرس اگر ان میرے تلامذہ کو مطمئن کردے تو میں تدریس چھوڑ دوں گا۔ یہ ساری رات مطالعہ کر کے مقام درس کے حواشی وشروح پڑھ کر کلاس میں بیٹھ جاتے ہیں اور پھر اعتراضات واشکالات کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیتے ہیں"۔

حضور محدث اعظم پاکستان کی بارگاہ میں: ابتدائی زمانہ میں بندیال شریف میں دورہ حدیث کا اہتمام نہیں تھا۔ بڑے استادوں سے کتابیں مکمل فرما کر آپ نے سرزمین فیصل آباد کی جانب رخ کیا جہاں پر اہل سنت وجماعت کے محسن، خانوادہ بریلی کے چشم وچراغ، حضور محدث اعظم مولانا سردار احمد قادری علیہ الرحمۃ دورہ پڑھاتے تھے۔ آپ تقریباً ظہر کے قریب وہاں پہنچے اور آگے حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ کا درس جاری تھا اور آپ کی آنکھوں سے زار وقطار آنسو رواں تھے۔ یہ دیکھتے ہی حضرت علیہ الرحمۃ

پر کپکپی تاری ہوگئی اور آپ سے ساری زندگی بے حد متاثر رہے یہاں تک کہ آپ کے ایک شاگرد حضرت علامہ حافظ عبدالرازق [حال جامعہ نوریہ بلوچستان] فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ بہت سے مزارات پر حاضری دی مگر جتنی رقت آپ پر حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کی حاضری میں ہوتی اتنی کہیں نہیں دیکھی۔ آپ نے ایک قلیل مدت وہیں فیصل آباد گزاری اسی اثنا میں حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ بیمار ہوگئے تو آپ واپس بندیال چلے آئے۔ یہاں پر بڑے استادوں نے علامہ عبدالحق کے اصرار پر بخاری و مسلم شریف کا درس شروع فرمادیا اور حضرت علیہ الرحمۃ نے دورے کی تکمیل بندیال شریف میں کی۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے جب فقیر کی اور مرے ہم سبق ساتھیوں کی ۲۰۱۱ء میں جامعہ نوشاہیہ میں دستار بندی فرمائی تو فرمانے لگے کہ دورہ شریف پڑھنے کے بعد حضرت ملک العلما علیہ الرحمۃ ہماری کلاس کو محدث اعظم کی بارگاہ میں لے آئے اور آپ ہی نے ہماری دستار بندی فرمائی۔ استاذی مکرم تاج الفقہا علامہ عبد الحق بندیالوی نے فرمایا کہ میں، علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ، علامہ اشرف سیالوی اور علامہ اللہ بخش بڑے استادوں کے ہمراہ دورہ حدیث کے آخری پندرہ دن حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھنے چلے گئے اور ہر روز درس پڑھتے پھر دونوں اساتذہ نے وہیں پر ہماری دستار بندی فرمائی۔ ہر سال حضور محدث اعظم علیہ الرحمہ کے حکم پر حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ رمضان شریف میں مختلف جگہوں پر نماز تراویح پرھاتے اور پچاس سال تک مسلسل اسی حکم کی تعمیل کرتے رہے۔ بقول علامہ حافظ عبدالرازق کے ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ خود محدث اعظم علیہ الرحمۃ نے آپ کی اقتدا میں نماز تراویح پڑھی اور اس وقت آپ نے پچیسواں پارہ سنایا حضور محدث اعظم علیہ الرحمۃ آپ سے بہت محبت فرماتے اور پیار بھرے انداز میں کہتے "مولوی غلام محمد جب کھڑے ہوتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ بیٹھے ہوئے ہیں"۔ اگرچہ حضرت علیہ الرحمۃ کا قد مبارک چھوٹا تھا مگر ہم نے کئی علما سے سنا کہ علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ پاؤں کے ناخنوں سے لے کر سر کے بالوں تک علم ہی علم تھے۔ محدث اعظم علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت علیہ الرحمۃ ہر سال آپ کے عرس مبارک پر فیصل آباد جانے کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔

عقلی و نقلی علوم کی تدریس: حضرت علیہ الرحمۃ نے ۱۹۶۰ء کے ابتدائی سالوں میں تدریسی کام شروع کیا اور نصف صدی سے زائد اس مشن میں آپ نے دن رات ایک کر دیے۔ ملک العلما علیہ الرحمۃ کے بعد حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ کی تدریس کو جو شہرہ ملا کسی اور کو شاید نہ ملا ہو۔ آج شاید کوئی پاکستان میں بڑا جامعہ ہو جہاں پر آپ کا بالواسطہ یا بلا واسطہ شاگرد نہ پڑھا رہا ہو۔ فقیر ۲۰۱۱ء میں جب جامعہ نوشاہیہ جہلم میں حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس پڑھ رہا تھا تو آپ نے دوران درس فرمایا کہ بڑے استادوں نے اپنی زندگی کے باون سال علوم دینیہ کی تدریس میں گزار دیے اور اس رواں سال کے آخر میں مجھے بھی پڑھاتے ہوئے باون سال مکمل ہوجائیں گے۔ فقیر عرض کرتا ہے حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کے بعد مزید ۲۰۱۴ء کے ماہ جون تک اسباق پڑھائے اور یوں آپ نے پچپن سالہ زندگی علوم دینیہ کی خدمت میں صرف کی۔ کچھ عرصہ آپ نے اپنے داد پیر خانے میں رہ کر حضرت پیر غلام حسن سواغ علیہ الرحمۃ کی زادی کو پڑھایا اور تکمیل پر آپ نے حضرت سواغ علیہ الرحمہ سے کچھ وظائف طلب فرمائے تو انھوں نے جواباً کہا کہ آپ کا وظیفہ تدریس ہی ہے اور یوں دعائیہ جملے سے نوازتے ہوئے الوداع کیا "جتھے پیر اتھے خیر" یعنی جہاں آپ کا قدم پڑے وہیں خیر و برکت اٹھ کے آئے۔ حضرت علیہ الرحمۃ نے مختلف مقامات پر تدریس فرمائی۔ بعض یہ ہیں: خیر المعاد ملتان میں طویل عرصہ تک پڑھایا، سیال شریف [شیخ الفنون کی حیثیت سے]، خواجہ آباد شریف [خواجہ جمال الدین قاسمی کے ہاں]، جامعہ قادریہ فیصل آباد، جامعہ نعمانیہ رضویہ [لیہ مظفر گڑھ، زبدۃ الاصفیا صوفی حامد علی علیہ الرحمۃ کے ہاں جس مدرسہ کی بنیاد ۱۹۶۲ میں رکھی گئی]، جامعہ مولانا غلام نبی لیاری کراچی، کوٹ ادو وغیرہ۔ پاکستان میں جامعہ نوشاہیہ [کشمیر کالونی، جہلم] وہ آخری درس گاہ ہے جہاں پر ملک بھر سے آنے والے ایک سو سے زائد طلبہ اور فارغ التحصیل علما کو آپ نے حمد اللہ، شرح جامی و عبد الغفور، مسلم الثبوت، خیالی و شرح عقائد، تفسیر بیضاوی، مسند امام اعظم، شرح ابن عقیل، قطبی میر قطبی، تصریح، شرح تہذیب، میبذی، میر زاہد ملا جلال، بدیع المیزان، مختصر المعانی وغیرہ اسباق پڑھائے۔

علامہ حافظ عبد الرازق کے بقول آخری عمر میں جب حضرت علیہ الرحمۃ قاضی مبارک اور خیالی جیسے مشکل اسباق پڑھاتے تو دوران مطالعہ سوچتے کہ میں یہ اسباق کل طلبہ کو کیسے سمجھاوں گا اور پھر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا فرماتے کہ مولیٰ ان اسباق کی تفہیم میرے لیے آسان فرما۔ صبح جب سبق پڑھا لیتے تو فرماتے کہ دل میں اتنی خوشی ہوتی کہ دنیا و مافیہا سے کہیں زیادہ ہوتی اور رب کا شکر ادا کرتے کہ اس نے اس عمر میں بھی اس سعادت سے نوازا۔ آپ کے ایک شاگرد علامہ مفتی محمد اسلم بندیالوی

[حال بریڈفورڈ، یوکے] فرماتے ہیں کہ جب ہم نے استادوں سے خیالی پڑھی تو یوں لگتا تھا کہ استاد کوئی ابتدائی کتاب پڑھا رہے ہیں۔ فقیر نے حضرت علیہ الرحمۃ سے جب خیالی پڑھی تو آپ پہلے شرح عقائد کی عبارت کو حل فرماتے پھر خیالی کے ساتھ حاشیہ سیالکوٹی کی عبارات کو مربوط کرکے تقریر فرماتے اور بعض مقامات پر نبراس سے بھی تقریر فرماتے مگر حضرت علیہ الرحمۃ کی تقریر بہت جامع ہوتی اور اس میں ہر روز وہ کچھ سننے کو ملتا جو نہ نبراس میں تھا نہ حاشیہ سیالکوٹی میں۔ آپ کی تقریر بھی صرف اسی طالب علم کو سمجھ میں آتی جو اچھی طرح شرح عقائد وخیالی کی شروح اور حواشی کا مطالعہ کرکے جاتا۔ باقی اسباق کا بھی یہی عالم تھا۔ علامہ زادہ اسرار الحق بندیالوی نے بتایا کہ حضرت علیہ الرحمۃ ابتدائی زمانہ تدریس میں امام الصرف والنحو کے لقب سے مشہور ہوئے اور بعد میں پھر وہ زمانہ آیا کہ تدریس کی دنیا میں آپ ہر فن مولی تسلیم کیے جانے لگے۔ حضرت علیہ الرحمۃ کا نحو کے ساتھ خصوصی لگاؤ تھا اور شرح جامی وعبد الغفور کو بڑے شوق سے پڑھاتے پھر ۲۰۱۱ء میں آپ نے ہماری کلاس کو شرح ابن عقیل کا درس دیا اور فرمایا کہ میں نے بڑے استادوں سے الفیہ ابن مالک بطور خاص پڑھی۔ آپ نے تقریباً تین ہفتے تک حاشیہ خضری کو ملا کر شرح ابن عقیل پڑھائی اور بعد میں فرمانے لگے کہ اگر خضری ساتھ رکھیں گے تو ابن عقیل رہ جائے گی اس لیے آپ نے پھر الفیہ کی مکمل ترکیب اور شرح ابن عقیل پر اکتفا فرمایا۔ آج شاید عرب دنیا میں بھی حاشیہ خضری کے ساتھ ابن عقیل پڑھانے کا اہتمام نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ حاشیہ محی الدین سے بحث کی جاتی ہے۔ اگر طلبہ کو ابن عقیل زیادہ سے زیادہ پڑھنے کا اصرار نہ ہوتا تو حضرت علیہ الرحمۃ ضرور حاشیہ خضری کی تقریرات جاری رکھتے۔

آپ کے نامور تلامذہ: پنجاب کے بڑے آستانوں کے شیوخ کی خواہش ہوتی کہ ہمارے زادگان حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ سے علم حاصل کریں۔ میری خواہش ہے کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شاگرد آپ کے فیض یافتہ تلامذہ کی ایک تفصیلی فہرست بنائے تاکہ معلوم ہوسکے کہ آپ کے تلامذہ کہاں کہاں علم کی شمعیں جلا کر انوار دین پھیلا رہے ہیں۔ یہاں پر حضرت علیہ الرحمۃ کے چند نامور تلامذہ کا ذکر کیا جاتا ہے: ۱۔ علامہ عطا محمد متین [شادیہ میانوالی، استاذ گرامی علامہ سعید احمد اسد] ۲۔ شیخ الحدیث علامہ ارشد سعید کاظمی [انوار العلوم، ملتان] ۳۔ زادہ مظہر الحق بندیالوی ابن تاج الفقہا ۴۔ زادہ پروفیسر ظفر الحق بندیالوی ابن تاج الفقہا۔ ۵۔ مفتی رفیق الحسنی [کراچی] ۶۔ علامہ غلام محمد سیالوی [تنظیم المدارس کراچی] ۷۔ مفتی یار محمد قادری [برمنگھم، یوکے جو حضرت علیہ الرحمۃ کے بہت معتمد تھے اور یوکے لانے میں انھی کی کاوش تھی] ۸۔ مفتی محمد مسعود [ملتان، حال جامعہ نوشاہیہ جہلم] ۹۔ مفتی محمد اسلم بندیالوی [بریڈ فورڈ، یوکے] ۱۰۔ مفتی فضل الرحمن [ڈیرہ اسماعیل خان] ۱۱۔ خواجہ فقیر محمد باروی ۱۲۔ زادگان آستانہ عالیہ حضرت سواغ علیہ الرحمۃ ۱۳۔ علامہ حافظ عبد الرازق [جامعہ نوریہ کوئٹہ بلوچستان، جو حضرت کے بیٹوں کی طرح انتہائی معتمد تھے اور حضرت کی بہت خدمت کرتے] ۱۴۔ علامہ مولانا سلطان [صدر مدرس جامعہ رضویہ محدث اعظم، فیصل آباد] ۱۵۔ زادہ مظہر فرید [جامعہ فریدیہ، ساہیوال] ۱۶۔ علامہ سعید احمد باروی [جامعہ رضویہ محدث اعظم، فیصل آباد] ۱۷۔ پروفیسر محمد نواز [شاہ فیصل یونیورسٹی، اسلام آباد] ۱۸۔ زادہ معظم الدین مرحوم ۱۹۔ مولانا نذیر احمد [ہدایۃ القرآن، ملتان] ۲۰۔ علامہ ڈاکٹر غلام شمس الرحمٰن [بہاو الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان] ۲۱۔ مفتی حسین علی [حال مدرس بندیال، جنھوں نے حضرت علیہ الرحمۃ کی بہت خدمت کی] ۲۲۔ حکیم حق نواز [منڈی بہاوالدین، جن کے والد حضرت علیہ الرحمۃ کے حکیم بھی تھے] ۲۳۔ علامہ حافظ نور احمد [سوہاوہ، جو حضرت کے بہت معتمد تھے] ۲۴۔ علامہ زادہ اسرار الحق بندیالوی ابن تاج الفقہا۔

آپ کا مثالی اخلاق: حضرت علیہ الرحمۃ خوش اخلاق اور خوش طبع انسان تھے۔ آپ نے ایک بے ضرر زندگی گزاری اور کسی کو بالقصد ایذا نہ دی۔ انتہائی لطیف مگر سادہ مزاج تھے۔ کبھی زبان مبارک سے فحش گوئی سنائی نہ دی۔ جب کوئی شخص بطور ہدیہ کچھ کھانے کے لیے پیش کرتا تو پہلے حاضرین میں تقسیم فرماتے اور بعد میں خود تناول فرماتے اور دعائیں دیتے۔ آپ صفائی کا بہت زیادہ اہتمام فرماتے۔ استاذ العلما علامہ پیر محمد چشتی جو کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے سیال شریف اور پھر بندیال میں ہم سبق ساتھی تھے نے فقیر سے فرمایا کہ "علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ ایک عظیم انسان تھے جن کے جانے سے ہم ایک بڑی نعمت سے محروم ہوگئے ہیں۔ اصل خوبی وہ کمالات ہوتے ہیں جن سے انسان کی زندگی کا مقصد پورا ہوتا ہے۔ علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ ان کمالات کے حامل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ کسی کے معاملات میں بے جا دخل نہ دیتے۔ آپ نے بے ضرر زندگی گزاری۔ آپ عاجزی کا نمونہ تھے۔ کبھی اپنے علم پر غرور کرتے ہوئے کسی دوسرے کو ہیچ نہ سمجھتے تھے۔ وہ ایک منکسر المزاج اور مومنانہ شان کے حامل تھے"۔ علامہ زادہ اسرار الحق بندیالوی جنھوں نے آٹھ سال حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ کا التزام فرما کر ان سے کتابیں پڑھیں نے فقیر

کو بتایا کہ "حضرت علیہ الرحمۃ کے تزکیہ نفس، طہارت باطنی اور روحانی تصرف کی وجہ سے جو شاگرد ان کے پاس پڑھتا اسے ان سے والہانہ محبت ہو جاتی۔ ہم نے اس عرصہ میں آپ کی زبان مبارک سے کسی دوسرے شخص کی کبھی نہ غیبت سنی اور نہ گلہ اور کسی دوسرے مدرس کے متعلق آپ نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ اس کی صلاحیتیں کم ہیں یا یہ پڑھانے کے لائق نہیں وغیرہ وغیرہ۔ آپ ہمیشہ سراپا عجز وانکسار رہے"۔

استاذ العلما علامہ فضل سبحان قادری نے حضرت علیہ الرحمۃ کے پہلے جنازے کے موقع پر بتایا کہ "بندیال شریف میں صرف ایک وقت کھانا میسر آتا۔ وہ بھی یوں کہ چند طلبہ علاقہ بھر سے روٹیاں جمع کرتے، کسی کو پوری روٹی ملتی تو کسی کو آدھی۔ ہانڈی کا کوئی خاص اہتمام نہ ہوتا۔ علامہ تونسوی علیہ الرحمۃ اور مولانا شیخ احمد وہ دو شخص تھے جو سبزیوں کے بیج بوتے اور انھیں ٹیوب ویل سے خود سیراب کرتے۔ جس وقت آپ کے ہاتھ کی تیار شدہ سبزی جامعہ کے طلبہ کھاتے تو اس دن بندیال میں عید کا سماں ہوتا۔ یوں آپ نے مشقتیں کر کے خود بھی پڑھا اور دوسرے طلبہ کو کھلا کر پڑھائی کا ایک خوشگوار ماحول فراہم کرنے کی کوششیں کی"۔

حضرت علیہ الرحمۃ طلبہ کے ساتھ اتنے شفیق تھے کہ جامعہ کی جانب سے دی گئی اپنی آسائش اور سہولت کو ان کی تنگی اور تکلیف پر قربان فرماتے اور چند مدارس آپ نے محض اس وجہ سے چھوڑے کہ وہاں طلبہ کو مہتمم ان بلاوجہ پریشان کرتے۔ آپ کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ میں خود تو آرام سے رہوں اور میرے طلبہ پریشان رہیں۔ آپ انتہائی خوش طبیعت تھے اور مسکراہٹ لبوں پر کچھ یوں ابھرتی تھی کہ دیکھنے والوں کے دلوں کو موہ لیتی۔ طبیعت میں سادگی اس انداز سے بھری تھی کہ جو آپ کے انداز وسلیقہ کو دیکھتا فریفتہ ہو جاتا۔ وضع قطع سے یوں لگتا کہ سلف صالحین کا کوئی فرد اس صدی میں زندہ ہے۔ علامہ حافظ عبد الرازق نے بتایا کہ استاد نے دو حج ادا فرمائے اور غالباً ایک دفعہ عمرہ شریف پر بھی گئے۔ ایک بار جب واپس کراچی ایئرپورٹ پر اترے تو مفتی حسین علی کو بتانے لگے کہ مکہ شریف میں ایک شخص کی نگاہ آپ پر پڑی اور وہ آپ کے ساتھ ہر جگہ ساتھ رہنے لگا۔ حتیٰ کہ جو عمل حضرت کرتے وہی عمل شروع کر دیتا۔ آپ کی سادگی اسے اتنی محبوب ہوئی کہ مدینہ شریف بھی ساتھ روانہ ہو گیا اور وہاں بھی ساتھ ساتھ رہا۔ پاکستان روانگی کے وقت اس نے آپ کو کچھ پیسے دیے تو آپ نے وہ قبول فرما لیے اور کراچی پہنچ کر آپ نے اس کی ساری داستان مفتی حسین علی کو بتائی اور پھر وہ نوٹ دیا تو تبدیل کرانے پر تقریباً ۲۵،۰۰۰ روپے حاصل ہوئے۔ آپ حیران ہوئے کہ ایک انجان آدمی نے وہاں آپ سے کتنی محبت کا اظہار فرمایا۔ آپ نے ساری زندگی حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت فعلی پر عمل کرتے ہوئے تہبند باندھا اور سفید کرتا زیب تن کیا۔ سر پہ سادہ ٹوپی پہنتے اور لباس میں ہر قسم کے تصنع بلکہ کردار میں بھی غرور و تکبر کی برائی سے محفوظ رہے۔ عجز وانکساری کے اس پیکر کو کوئی بھی شخص دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگا سکتا تھا کہ آپ علم وفن کے ایک بحر بیکراں ہیں اور ہزاروں مدرسین وعلما آپ کے شاگرد ہیں۔

عبادت اور معمولات: علامہ حافظ عبد الرازق نے بتایا کہ حضرت علیہ الرحمۃ کے چالیس سال ایسے مکمل ہوئے کہ ان کی نماز تہجد نہ چھوٹی۔ فقیر کہتا ہے کہ یو کے آنے کے بعد بھی حضرت نے اس عادت شریفہ کو نہیں چھوڑا۔ آپ ہی نے بتایا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے پچاس سال نماز تراویح مسلسل خود پڑھائی۔ اور ایک دفعہ سرگودھا سے ملتان آتے ہوئے ڈرائیور نے گاڑی نہ روکی اور نماز عصر و مغرب رہ گئی۔ ملتان پہنچ کر حضرت نے فرمایا کہ میں ترتیب ہوں اس لیے میں پہلے عصر قضا کروں گا پھر مغرب۔ علامہ زادہ اسرار الحق بندیالوی نے بتایا کہ "میں نے حضرت علیہ الرحمۃ کے پاس آٹھ سال سے کچھ ماہ کم گزارے اور واللہ میں نے نہیں دیکھا کہ استاد نے کبھی بغیر جماعت نماز پڑھی ہو"۔

حضرت علیہ الرحمۃ سے نسبت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ آپ نے کبھی اپنے معمولات کو ترک نہ فرمایا۔ آپ میں وقت کا شدت سے احساس تھی اور اس کی سخت پابندی فرماتے۔ پاکستان میں صبح فجر سے پہلے اور یو کے میں فجر کے بعد آپ روزانہ سفر و حضر میں دو گھنٹے مسلسل ورزش کرتے اور چلتے ہوئے قرآن مجید کی منزل اور وظائف پڑھتے پھر ناشتے میں ایک روٹی اور دہی کھاتے۔ اس سے کچھ دیر بعد چائے نوش فرما کر اسباق پڑھاتے اور مسلسل ایک ہی حالت میں ہم نے خود استادوں کو پانچ گھنٹے تک تھکاوٹ کا اظہار کیے کئی بڑے اسباق پڑھاتے دیکھا ہے۔ اس کے بعد کھانا تناول فرماتے اور آرام کرتے۔ پھر بیدار ہو کر چائے نوش فرماتے اور اگلے دن کے اسباق کے لیے رات گئے تک مطالعہ فرماتے۔ حضرت علیہ الرحمۃ یو کے میں بعض طلبہ کو جلالین ونور الایضاح بھی پڑھاتے اور طالبات کو بطور خاص مشکوۃ شریف پڑھاتے تو آپ کے زادے محمد اسماعیل نے ایک دفعہ عرض کیا کہ آپ ان اسباق کے لیے بھی مطالعہ کی زحمت کیوں فرماتے ہیں جب کہ ان کا سیدھا سادہ ترجمہ اور تشریح ہوتی ہے تو آپ نے جواباً فرمایا کہ بات تو درست ہے مگر بڑے استادوں نے زندگی میں کسی بھی کتاب کو بغیر مطالعہ

کے نہیں پڑھایا تو اس عمر میں میں اپنے استادوں کے اس طریقے سے روگردانی کیسے کر سکتا ہوں؟ یہ تھا آپ کا استادوں کے مشن کے ساتھ خلوص اور علم اور تدریس کے ساتھ دیانت داری۔

بیعت وارادت: آپ کے زادے مولانا محمد اسماعیل نے بتایا کہ حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ نے بچپن میں سلسلہ چشتیہ کی قدیم درگاہ تونسہ شریف سے بیعت کی۔ بعد میں آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت پیر بارو علیہ الرحمۃ کے دست اقدس پر بیعت کی اور ہمیشہ اپنے تصوف کو چھپائے رکھا۔

حضرت تونسوی علیہ الرحمۃ کا انتقال اور جنازہ: آخری دم تک حضرت علیہ الرحمۃ جسمانی لحاظ سے صحت مند تھے۔ اللہ تعالی نے آپ کو ہر طرح کے جسمانی امراض سے محفوظ رکھا۔ سن ۲۰۱۲ء میں حضرت علیہ الرحمۃ نے جامعہ نوشاہیہ جہلم میں آخری سال فنون پڑھائے اور پھر حضرت زادہ پیر سلطان نیاز الحسن قادری اور اپنے شاگرد علامہ مفتی یار محمد قادری کی دعوت پر جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باہو کے عالمی مرکز برمنگھم انگلینڈ تشریف لائے اور یہاں طلبہ اور طالبات کو درس دیا اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تدریس کے مشن میں صرف کیا۔ رمضان مبارک ۱۴۳۵ھ کی دو تاریخ بروز سوموار بمطابق ۳۰ جون ۲۰۱۴ء صبح تقریباً نو بج کر پینتالیس منٹ پر اسباق کی تیاری کے لیے وضو کیا اور اس کے بعد شدید دل کا دورہ ہوا۔ آپ باوضو حالت روزہ میں تھے کہ اپنی رہائش پر ہی آپ کی روح نے پرواز کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رات کو آپ نے باجماعت دوسری نماز تراویح ادا فرمائی، صبح سحری میں مولانا محمد راشد [کیتھلے، یوکے] اور اپنے زادہ مولانا محمد اسماعیل کے ساتھ معمول کے مطابق دہی اور روٹی تناول فرمائی پھر چائے نوش کی، نماز فجر باجماعت مسجد میں پڑھی اور حسب معمول دو گھنٹے ورزش کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت کی اور وظائف پڑھے اور یوں اپنی زندگی کی آخری صبح تک اطاعت، تقوی، قرآن مجید کی تلاوت، طہارت، استقامت اور تدریس کے مشن کو جاری رکھتے ہوئے اپنے رب سے واصل ہوئے۔ آپ کا جنازہ چار روز بعد بروز جمعرات شام چھ بج کر پچاس منٹ پر جامعہ اسلامیہ حضرت سلطان باہو ٹرسٹ برمنگھم میں آپ کے معتمد علیہ شاگرد علامہ مفتی یار محمد قادری کی اقتدا میں ہوا۔ پھر مولانا غلام محمد سیالوی [تنظیم المدارس، کراچی]، مولانا فضل سبحان قادری [مردان]، مفتی محمد اسلم بندیالوی، مفتی گل رحمٰن قادری یوکے، پیرزادہ امداد حسین اور مولانا سید ظفر اللہ شاہ نے خراج عقیدت پیش کیا۔ آخری دعا حضرت علامہ پیر حبیب الرحمٰن محبوبی [ڈھانگری شریف، آزاد کشمیر] نے فرمائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں مندرجہ بالا شخصیات کے علاوہ یہ علمائے گرامی بھی شریک ہوئے: مولانا رسول بخش سعیدی، مولانا حیات محمد قادری [ہجیرہ، آزاد کشمیر] مولانا پیر محمد عبد اللہ عتیق نقشبندی، زادہ پیر منور حسین جماعتی، علامہ غلام نبی [کراچی]، مفتی محمد شفیع الہاشمی، مولانا محمد مسعود قادری [امہ چینل بولٹن، مراڑیاں شریف پاکستان]، مولانا محمد نصیر اللہ نقشبندی، مولانا زادہ غلام جیلانی [ہائی وکیم]، مصباح المالک لقمانوی [برمنگھم]، علامہ پیر محمد ثاقب شامی، مولانا ظفر محمود فراشوی [مانچسٹر]، مولانا قاری انور قمر، قاری پروفیسر عبد الغفور چشتی، مولانا بوستان قادری، قاری محمد سلیم نقشبندی، قاری محمد شعیب چشتی، مولانا عمر حیات قادری، مولانا عبد القدوس ہاشمی، مولانا شیخ اسرار، مولانا شیخ نوید جمیل قادری، مولانا شیخ اعجاز شامی، مولانا محمد عامر، مولانا شیخ یاسین، شیخ امجد محمود، مولانا محمد راشد، مولانا شیخ زین ہود، مولانا محمد عاصم وغیرہم۔

حضرت علیہ الرحمۃ کے جسد مبارک کو اہل سنت وجماعت کے عظیم مرکز کھمکول شریف کے غسل خانہ میں غسل دیا گیا اور شریک غسل آپ کے یہ تلامذہ تھے: آپ کے زادے مولانا محمد اسماعیل، مولانا محمد ہارون، مولانا عبد القدیر، مولانا محمد سعید، اور فقیر محمد منور عتیق۔

بروز ہفتہ صبح آٹھ بجے حضرت علیہ الرحمۃ کا دوسرا جنازہ لاہور ائیرپورٹ پر علما لاہور نے ادا کیا اور تیسرا جنازہ دن کے تین [۳] بجے غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار کے پاس عید گاہ میں علامہ زادہ سید حامد سعید کاظمی نے پڑھایا اور آخری جنازہ اسی دن آپ کے آبائی گاؤں میں ہوا اور نماز عصر کے وقت آپ کو ابدی راحت کے لیے اپنے مدرسے میں دفن کیا گیا جو کہ تونسہ شریف سے آگے تقریباً پچیس کلومٹر پل کمبر کی جانب اڈا سنجر کے علاقہ میں واقع ہے۔ علامہ حافظ عبد الرازق اور علامہ زادہ اسرار الحق نے مجھے اطلاع دی کہ حضرت علیہ الرحمۃ کا چہلم و پہلا عرس مبارک بروز بدھ [چھ] اگست ۲۰۱۴ء کو۔

اللہ تعالی استاد مکرم حضرت غلام محمد تونسوی علیہ الرحمۃ کو تمام اہل اسلام کی جانب سے اجر عظیم عطا فرمائے اور آپ کی تمام علمی و مسلکی خدمات و مساعی کو قبول فرما کر آپ کی آرام گاہ کو بقعہ نور فرمائے۔ اللہ تعالی آپ کے تمام شاگردوں کو آپ کے تدریسی مشن کو اسی اخلاص کے ساتھ جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

****

قاضی سید غوث شاہ قادری عرف "قاضی صاحب"

شخصیت و خدمات: تاریخ کے آئینے میں

غلام شاہ قادری

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

رہبرِ ملت، پیرِ طریقت خلیفۂ حضور شیخ الاسلام حضرت الحاج قاضی سید غوث شاہ قادری عرف قاضی صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ایک جامع شخصیت کے مالک تھے، جن میں خوفِ خدا اور عشقِ رسول ﷺ کا جذبہ بھرپور تھا، جن کی پوری زندگی خدمتِ خلق اور فروغِ دین و سنیت سے سرشار رہی، جن کو دیکھنے سے اللہ کی یاد اور اللہ والوں کی محبت دل میں پیدا ہو جاتی تھی۔ جن کی زندگی کا ہر لمحہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اور اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر گزرا اور ایسی شخصیتیں زمانے کے لیے ایک مثال ہوتی ہیں، اور دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی وہ اہلِ دنیا کے دلوں میں نقش ہو کر رہ جاتی ہیں۔ ایسی شخصیتیں موت کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں، حضرت قاضی صاحب ایک صحیح النسب سادات گھرانے اور علمی و عملی خاندان میں داونگرہ شہر سے متّصل ایک چھوٹے سے قریہ یَر گنٹے کرور میں ۱۲/ مئی ۱۹۳۵ء میں ہوئے۔ قاضی صاحب حضرت کے والد حضرت قاضی سید عبد الغفار شاہ قادری علیہ الرحمہ کے جد امجد عارف باللہ سیدنا حضرت سید شاہ عبد اللہ شاہ قادری علیہ الرحمۃ والرضوان بڑی باتی شریف داونگرہ ہیں۔ اس طرح قاضی صاحب مرحوم کا سلسلہ نسب جد امجد تک ۹/ واسطوں سے ملتا ہے۔ قاضی صاحب حضرت مرحوم کے نانا کو شیرِ میسور حضرت ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ کے دور حکومت میں شہر ہری ہر اور ۲۸/ قریوں کی قضاءت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس دور سے تاحیات قاضی صاحب حضرت اور ان کے والد مرحوم اس ذمہ داری کو بحسن و خوبی نبھاتے رہے اور اب اس سلسلے کو ان کے لائق فرزند مولانا قاضی سید شمس الدین برکاتی قادری اپنے والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے خدمات قائم رکھے ہوئے ہیں۔ حضرت قاضی صاحب نے دینی تعلیم اپنے والد صاحب کے زیر تربیت حاصل فرمائی۔ پھر دنیاوی تعلیم ہائر سیکنڈری کا امتحان پاس کیے تو انھیں میسور حکومت میں بحیثیت معلم ملازمت حاصل ہوئی۔ آپ نے اچھے استاد کے طور پر بمشکل چند ماہ خدمات انجام دی پھر والد صاحب کی خواہش پر قاضی صاحب حضرت نے ملازمت ترک کر کے ۱۹۶۱ء میں والد صاحب کے انتقال پر ملال کے فوری بعد قضاءت کی ذمہ داری سنبھال لیا۔ پھر یہ سلسلہ بہت بہتر طریقہ سے جاری و ساری تھا۔ ان خوبیوں اور کام کی لگن و محنت دیکھ کر ۱۹۷۴ء میں قاضی صاحب کے نہایت ہی قریبی دوست جناب ایچ مجید خان صاحب مرحوم کے اصرار پر اپنے قریہ ہر گنٹے کرور سے ہری ہر اپنے بال بچوں کے ساتھ لے کر منتقل ہو گئے تو قضاءت کے ساتھ شہر کی مرکزی مسجد فتح جامع مسجد امام محلہ نالہ محلہ کی امامت اور خطابت کی بھاری ذمہ داری بھی احباب و عوام کی خواہش پر سنبھال لی۔ چوں کہ گورنمنٹ سر قاضی ہونے کے ناطے بڑی ذمہ داری تھی، مگر بحسن و خوبی انجام دینے لگے۔ اس طرح اپنی زندگی کا قیمتی وقت ۴۵ سال قوم و ملت اور جماعت اہلِ سنت کی خدمات انجام دینے میں گذارے۔ قاضی صاحب حضرت کی بے لوث و بے غرض خدمات کو تحریر میں لانا مشکل کام ہے۔ آپ میں دردمندی، رواداری، حسنِ اخلاق، علمی دوستی، غریب پروری جیسی صفات پائی جاتی تھیں۔ قاضی صاحب حضرت ہمیشہ نماز و روزہ اور جملہ شریعت کی پابندیوں کے پابند تھے۔

آپ کی چند مثالی خدمات درج ذیل ہیں:

* فتح جامع مسجد امام محلہ نالہ محلہ کی تعمیر نو اور آمدنی کے ذرائع
* انجمن اسلامیہ ہری ہر کی بے پناہ محنت سے ترقی

* احاطۂ قبرستان میں صدیوں پرانی مٹی مسجد کی نئے سرے سے تعمیر (جو آج مکہ مسجد کے نام سے ہے) بحیثیت متولی ایک زمانہ تک خدمات انجام دیں۔

* شہر کے محلہ ٹیپونگر میں مسجد کی ضرورت محسوس کر کے عوام کو اعتماد میں لے کر مدنی مسجد کے نام سے مسجد کا تعمیری آغاز کر کے اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا، پھر بحیثیت متولی کافی دنوں تک خدمات انجام دیں۔ لوگوں کے دلوں میں قاضی صاحب کی محبت اور تعظیم وادب کا یہ عالم تھا کہ جب بھی کوئی مسجد یا دینی کام کا آغاز کرنا ہو تو حضرت کو یاد کرتے، جیسا کہ حضرت تاڈبند شاہ درگاہ کے احاطہ میں مسجد کی تعمیر سنگ بنیاد، اس طرح راجنہلی، اور گول، امراوتی، بھیم نگر، کالی داس نگر، یر گنٹے کرور، اندرا نگر ہری ہر، اس کے علاوہ بہت ساری مساجد کی سنگ بنیاد اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھے، پھر یہ خصوصیت کہ ہر مسجد کی تعمیر میں سنگ بنیاد ہو یا کوئی بھی کارِ خیر، آپ اپنی طرف سے پہلے حصہ لیتے۔

* عید میلاد النبی ﷺ کے جلوس کا آغاز قاضی صاحب حضرت نے چند بچوں اور بزرگوں سے کیا، جو آج بھی عظیم الشان پیمانے پر منایا جا رہا ہے۔ قاضی صاحب کو اکابر علمائے اہلِ سنت و بزرگانِ دین سے بہت گہرا لگاؤ تھا، جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ قاضی صاحب حضرت اپنی حیات میں ہندوستان کے مشہور ومعروف علمی شخصیتیں جن میں حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی دامت برکاتہم العالیہ کچھوچھہ شریف اور حضور تاج الشریعہ علامہ الحاج مفتی شاہ محمد اختر رضا خان دامت برکاتہم العالیہ ازہری بریلی شریف وپاسبانِ ملت حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آباد، مولانا محمد منصور علی خان علیہ الرحمہ ممبئی، حضرت مولانا سید شاکر علی نوری رضوی علیہ الرحمہ داونگرہ، حضرت علامہ قدیر احمد اداء الآمری علیہ الرحمہ بنگلور کو شہر ہری ہر میں دینی جلسوں میں مدعو کر کے مسلکِ اعلیٰ حضرت، اور عقیدۂ حنفی کو مضبوط کیا اور مذکورہ سارے اکابرین کو حضرت قاضی صاحب اپنے مکان پر لے آ کر ان کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرتے اور فرماتے کہ ان علما سے دین ومسلک کا کام ہوتا ہے۔ اسی طرح نعت خوانی سے بہت زیادہ دل چسپی تھی، جب بھی کوئی بارگاہِ رسالت میں نعت خوانی کرتا تو خوش ہو کر اپنی جانب سے نذرانہ پیش کرتے، اسی محبتِ رسول ﷺ کا انعام ملا کہ اپنی زندگی میں تین مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی۔

بزرگانِ دین سے تعلق کا یہ عالم تھا کہ دعاگو درویش حضور درویش بابا علیہ الرحمہ سے ان کی زندگی میں بارہا ملاقات رہی، جب بھی کوئی شیموگہ حضور درویش بابا سے ملنے جاتا تو حضرت درویش بابا قاضی صاحب حضرت کی خیریت دریافت فرماتے اور سلام بھیجتے۔ اسی طرح مشہور زمانہ حضرت پیر سید قلندر شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ جاؤ کل شریف قاضی صاحب حضرت کو اپنا عاشق کہتے۔ قاضی صاحب کو دیکھ کر خوش ہوتے اور یہ کہتے تھے کہ جاؤ کل میں میری جگہ آجاؤ۔ مگر قاضی صاحب کو ہری ہر کی سرزمین سے بہت محبت تھی۔ جب کبھی قاضی صاحب جاؤ کل شریف تشریف لے جاتے تو جاؤ کل بابا صاحب بہت پیار ومحبت کا اظہار فرماتے، دورانِ قیام کھانے اور رہنے کے سارے انتظامات اپنی طرف سے کرتے اور تحفہ تحائف سے نواز کر رخصت فرماتے، ایسے ہی جنوبی کرناٹک کا مشہور روحانی مرکز ہانگل شریف حضرت مولانا پیر سید مقبول احمد شاہ قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس میں شرکت فرماتے تو صندل کی ساری کارروائی قاضی صاحب کے ہاتھوں انجام پاتی۔ عوام دعا کے لیے قاضی صاحب کو گھیرے رہتے۔ ایسی ہر دل عزیز ذات اچانک ۱۳؍ ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۸؍ ستمبر ۲۰۱۵ء بروز دوشنبہ صبح ساڑھے گیارہ بجے اپنے سارے چاہنے والوں کو داغِ مفارقت دے کر اس دارِ فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ حضرت قاضی صاحب کی نمازِ جنازہ ہری ہر شہر کی مرکزی سنی حنفی عیدگاہ میدان میں ہزاروں کی تعداد میں جمع عاشقانِ رسول وآلِ رسول کی موجودگی میں بروز منگل دوپہر ٹھیک ساڑھے بارہ بجے قاضی صاحب حضرت کے جانشین فرزند حضرت مولانا قاضی سید شمس الدین قادری برکاتی اشرفی نے پڑھائی۔

بندہ ملنے کو قریبِ حضرتِ قادر گیا
لمعۂ باطن میں گمنے جلوۂ ظاہر گیا
عرش پر دھومیں مچیں و مومنِ صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا

☆☆☆☆

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

دسمبر ۲۰۱۶ء کا عنوان	ایک نشست میں تین طلاق اور تعدد ازدواج
جنوری ۲۰۱۷ء کا عنوان	اہلِ سنت کے غیر مربوط علما اور مشائخ-اسباب اور حل

سیرتِ طیبہ اور انسدادِ جرائم

از: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

کوئی بھی انسانی معاشرہ اس وقت تک ترقی یافتہ نہیں کہا جا سکتا جب تک اس میں امن و سلامتی، معاشی و اقتصادی خوش حالی اور سماجی و معاشرتی ہم آہنگی کا ماحول نہ قائم ہو۔ آج عالمی منظر نامے کا جائزہ لیا جائے تو بہت سے ترقی یافتہ کہے جانے والے ممالک بھی امن و سلامتی کی نعمت سے محروم اور بدامنی اور بے اطمینانی کے شکار ہیں۔ عالمی سطح پر جرائم کا گراف تیزی سے بڑھ رہا ہے، سماجی و معاشی عدمِ توازن، قتل و خوں ریزی، خود غرضی و انتہا پسندی، دشمنی اور تخریب کاری کے جراثیم نے پوری انسانی آبادی کو تباہی و بربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ طاقت ور سے طاقت ور ملک بھی دہشت گردی اور انتہا پسندی کی عفریت سے لرزہ بر اندام ہے، آج تحفظ اور سیکوریٹی کے نام پر حکومتیں جس قدر پانی کی طرح پیسے صرف کر رہی ہیں کاش اسی طرح اقتصادی ترقی اور معاشی استحکام کے لیے بھی بجٹ مختص کیے جاتے تو جرائم کا گراف خود بخود گھٹتا نظر آتا۔

ایک مسلمان کے لیے قرآن سب سے بہتر دستورِ زندگی اور رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ سب سے اعلیٰ نمونۂ حیات ہے۔ زندگی کے سارے مسائل کا حل انہیں دونوں سرچشموں میں موجود ہے، اس مختصر سی تحریر میں ہمیں بڑھتے جرائم کے اسباب اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کے انسداد کے طریقوں پر روشنی ڈالنی ہے۔ جرائم اور ان کے طریقہ انسداد پر گفتگو سے پہلے ان محرکات کا جائزہ لینا ضروری ہے جن کی وجہ سے جرائم وجود میں آتے اور فروغ پاتے ہیں۔ کوئی بھی انسان پیدائشی مجرم نہیں ہوتا اور نہ ہی شکم مادر سے جرم و فساد کی تربیت پا کر تولد پذیر ہوتا ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ انسانیت کے ہادی اور سب سے عظیم رہبر و رہنما بن کر تشریف لائے تھے۔ عرب کے جس ماحول میں آپ کی بعثت ہوئی تھی، وہ بڑا بھیانک اور انسانیت سوز تھا، قتل و غارت گری، لاقانونیت اور بدامنی، وحشت و جہالت اور خاندانی عصبیت ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ رحمت عالم ﷺ نے جب اس پراگندہ ماحول میں اپنی تحریک ارشاد و ہدایت کا آغاز فرمایا تو سب سے پہلے جرم و فساد کی اصل بنیاد اور نفرت و عداوت کے اصل محرکات کو تلاش کر کے ان کے انسداد کے لیے مکمل لائحہ عمل تیار فرمایا اور اس خوش اسلوبی کے ساتھ عربوں کی بیمار ذہنیت کا علاج کیا کہ وحشت و جہالت کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی یہ قوم محسوس دنیا کی سب سے متمدن قوم کہلانے لگی، آج بھی اگر سیرت طیبہ کو نمونہ عمل بنا کر انسدادِ جرائم کی راہیں متعین کی جائیں تو عالم انسانیت میں ایک پر امن معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور پوری دنیا امن

وسلامتی کے ماحول میں اطمینان کی سانسیں لے سکتی ہے۔ذیل کی سطور میں جرائم وفسادات کے چند اہم اسباب اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ان کے انسداد کے طریقوں پر روشنی ڈالیں گے

١ معاشی واقتصادی بدحالی: یہ سچ ہے کہ غربت جرائم اور نفرتوں کو جنم دیتی ہے، انسان جب جائز ذرائع سے معاش کا انتظام نہیں کرپاتا تو اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے صحیح اور غلط کے امتیاز کو بھول کر شکم کی آگ کو بجھانے کے لیے جرائم کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، ابتدائی مرحلے میں غلط ذرائع کا انتخاب اس کی مجبوری ہوتی ہے، بعد میں یہ اس کا مشغلہ اور شوق بن جاتا ہے، پھر جرائم کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے، چوری، ڈاکہ زنی، رہزنی، قتل وغارت گری اور بغاوت کے عمل سے گزرتے ہوئے وہ انتہا پسندی اور دہشت گردی جیسے خطرناک جرائم میں ملوث ہوجاتا ہے، اس کی واضح دلیل دہشت گردی کے جرم میں گرفتار ہونے والے ان نوجوانوں کا سروے ہے، جن میں اکثر غربت کے ہاتھوں مجبور ہو کر اس گھنونے عمل میں ملوث ہوئے، دہشت گردی کے عمل سے وابستہ اکثر افراد معاشی محرومی کے شکار ہوتے ہیں، ان حقائق سے انکشاف ہوتا ہے کہ جرم وفساد کا ایک اہم سبب معاشی تنگی اور اقتصادی بدحالی ہے۔

رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ ہمیں بتاتا ہے کہ آپ ہمیشہ غربت کے خاتمے کے لیے جدوجہد فرمایا کرتے تھے، غریبی کو ایک طرح کی آزمایش قرار دیتے تھے، آپ نے کفر اور فقر دونوں سے پناہ مانگتے ہوئے اس طرح دعا فرمائی۔

اللھم انی اعوذبك من الکفر والفقر۔(ابوداؤد)

اسلام نے غریبوں کے معاشی استحکام کے لیے صدقات وزکات کا نظام نافذ کیا، نبی رحمت ﷺ ہمیشہ معاشرے کے غریبوں، یتیموں اور مسکینوں کا خصوصی خیال فرمایا کرتے، ان کی ضرورتیں پوری فرماتے، صحابہ کرام کو ان کی مالی امداد کا حکم دیتے، ایک موقع پر غریبوں کے لیے مال خرچ کرنے کی رغبت دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یابن آدم انك ان تبذل الفضل خیر لك ، وان تمسكه شر لك.(بخاری)۔

اے ابن آدم تیرے لیے مال کا خوب خرچ کرنا بہتر ہے اور مال کو روکے رکھنا برا۔

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا: ما احب ان احدا لی ذھبا، یاتی علیٰ لیلة اوثلاث عندی منه دینار۔

اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر بھی سونا آئے اور ایک رات یا تین راتیں گزر جانے کے بعد میرے پاس ایک اشرفی بھی رہ جائے تو مجھے یہ پسند نہیں۔

آپ نے غریبوں کی امداد کا یہ طریقہ بھی رائج فرمایا کہ اپنے اہل وعیال کے لیے تیار کیے جانے والے کھانے میں کچھ اضافہ کر لیا جائے تاکہ پڑوس کے پریشان حال غریب بھی اس سے مستفید ہوں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

یا اباذر اذا طبخت مرقة فاکثر ماؤھا وتعاھد جیرانك (بخاری)

اے بوذر جب سالن پکاؤ تو شوربے میں اضافہ کرلو اور اپنے پڑوسیوں کا خیال رکھو۔

آپ کا منشا یہ تھا کہ معاشرے کا کوئی بھی فرد محتاج اور تنگ دست نہ رہے، اگر کوئی شخص غربت کا مارا ہے تو سماج کے دوسرے افراد اس کی مالی امداد کے ذریعہ انہیں اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ آقائے دوعالم ﷺ نے معاشی استحکام کے لیے معاشی عدل کا عملی نظام پیش فرمایا، سود کا خاتمہ فرمایا، رشوت کو ممنوع قرار دیا اور ہر اس لین دین کی ممانعت فرمادی جس میں کسی مجبور کی مجبوری کا فائدہ اٹھایا جارہا ہو۔ نبی رحمت ﷺ کی ان تعلیمات کو اگر آج بھی ہم عملی جامہ پہنالیں تو یقینا معاشی واقتصادی خوش حالی پیدا ہوگی، غربت کا خاتمہ ہوگا اور جرائم سے پاک ایک خوش گوار معاشرہ وجود میں آئے گا۔

٢ عدل وانصاف کا فقدان اور ظلم وزیادتی کی گرم بازاری: جرائم کے فروغ اور عالمی سطح پر بڑھتی بدامنی، بے چینی اور کرب واضطراب کا ایک سبب معاشرتی، معاشی، اقتصادی، سماجی اور سیاسی شعبوں میں ظلم وزیادتی، حقوق کی پامالی اور بعض طبقات کا کھلا استحصال بھی ہے، انسانی طبقات پر ظلم وزیادتی اور ان کا استحصال امن وامان کو تہ وبالا کر کے جرم وفساد کی چنگاریوں کو شعلہ جوالہ بنادیتا ہے، ظلم وزیادتی کا شکار طبقہ اندر ہی اندر اپنی کمزوریوں اور محرومیوں میں جلتا رہتا ہے اور اس کے دل میں ظلم وجبر کے خلاف لاوا ابلتا رہتا ہے، پھر جب یہ لاوا پھٹتا ہے تو کشت وخون کی ندیاں بہ جاتی ہیں، لاتعداد انسانوں کی جانیں ضائع ہوتی ہیں اور معاشرہ جرائم کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔

پرامن معاشرے کا قیام ظلم وجبر کے خاتمہ اور عدل وانصاف کے قیام کے بغیر ممکن نہیں ،اسی لیے رسول کریم ﷺ نے عدل وانصاف کے قیام اور ظلم وجبر کے خاتمہ پر زور دیا ، اپنے صحابہ اور قیامت تک آنے والی امت مسلمہ کو ظلم وجبر سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اپنے آپ کو مظلوم کی دعا سے بچاؤ اس لیے کہ مظلوم کی آہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی آڑ اور رکاوٹ نہیں ہوتی۔ ایک دوسری حدیث پاک میں ارشاد فرمایا:

انصر اخاك ظالما او مظلوما (مسلم)۔

اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم۔

صحابہ کرام نے عرض کیا کہ مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے ظالم کی مدد کس طرح کریں۔ آقائے کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ظالم کا ہاتھ روکنا اور اسے ظلم سے باز رکھنا اس کی مدد ہے۔

ظلم وجبر کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک ہی جرم جب سماج کا کوئی بااثر اور صاحب ثروت کرے تو اسے جرم کی سزا نہ دی جائے اور اگر اسی جرم کا مرتکب کوئی غریب مفلوک الحال شخص ہو تو اسے سزا کا مستحق قرار دیا جائے، یہ طرز عمل لوگوں کے دلوں میں نفرت وبغاوت کا بیج بوتا ہے اور قوموں کی ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے قوانین کے نفاذ میں کبھی بھی جانب داری سے کام نہیں لیا اور نہ ہی ایک طرح کے دو مجرموں کے ساتھ الگ الگ برتاؤ فرمایا، آپ نے مجرمین کی سزاؤں میں حد درجہ عدل وانصاف سے کام لیا اور جانب دارانہ طرز عمل کو ہلاکت کا باعث قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

انما هلك الذين من قبلهم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه وان سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحدود وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها۔(بخاری)

تم سے پہلے کے لوگ اسی لیے ہلاک ہوئے تھے کہ جب کوئی مال دار چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی غریب چوری کرتا تو اس پر حد قائم کر دیتے، خدا کی قسم اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں ان کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

نبی کریم ﷺ نے جرائم پر قابو پانے اور پرامن معاشرے کے قیام کے لیے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا جن سے جرائم کے فروغ پانے کی گنجائش تھی ، آپ نے ظلم وجبر کا خاتمہ کر کے عدل وانصاف کی وہ نظیر پیش کی جس کی مثال دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سیرت طیبہ کو مشعل راہ بنا کر آج بھی جرائم سے آزاد مثالی معاشرے کی تشکیل کا خواب شرمندہ تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

③ جہالت وناخواندگی: جہالت ایک ایسا مرض ناسور ہے جس کے بطن سے ہزاروں جرائم جنم لیتے ہیں۔ جاہل انسان نہ تو انسانیت کی عظمتوں کو سمجھتا ہے اور نہ ہی اسے اپنی تہذیب وتمدن کا ادراک واحساس ہوتا ہے ، وہ جہالت کی وحشت ناک تاریکیوں میں سرگرداں ہوتا ہے۔

دور جاہلیت میں عرب قوم علم کی روشنی سے بے بہرہ اور جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، یہی وجہ ہے کہ ان کے معاشرے میں وہ تمام جرائم راہ پا چکے تھے جن سے انسانیت کا وقار مجروح ہوتا تھا، کہنے کو تو وہ انسان تھے لیکن درندوں کی ساری صفات ان میں رچ بس گئی تھیں، چھوٹی چھوٹی باتوں پر قتل وغارت گری کا بازار گرم ہوتا تھا اور پورا قبیلہ مہینوں اور سالوں تک برسرپیکار رہتا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے اس جہالت زدہ قوم کو علم کی روشنی سے منور فرمایا، انہیں حصول علم کی تاکید فرمائی اور مختصر سے عرصے میں ان تمام جرائم کا خاتمہ ہو گیا جن سے عرب سماج جوجھ رہا تھا، عداوت محبت میں تبدیل ہو گئی ، چوری ڈاکہ زانی، قتل وغارت گری کا خاتمہ ہو گیا، جوا، سٹہ، سود اور شراب نوشی جیسے جرائم سے عرب سماج پاک وصاف ہو گیا، آج عالمی سطح پر جرائم کا گراف بڑھنے کی ایک اہم وجہ جہالت وناخواندگی بھی ہے۔ سیرت طیبہ کو مشعل راہ بناتے ہوئے فروغ علم وادب کے ذریعہ سماجی ومعاشرتی ترقی کے راستے کھولے جا سکتے ہیں اور جرائم کے انسداد کی موثر تدبیر کی جا سکتی ہے۔

④ قومی ونسلی عصبیت : جرم وفساد اور عالمی سطح پر کرب واضطراب کی ایک اہم وجہ قومی ونسلی عصبیت بھی ہے، دنیا اس وقت عصبیتوں سے زہر آلود ہو چکی ہے، رنگ ونسل اور مذہب وزبان کی عصبیتیں تباہ کن جنگوں کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہیں، برصغیر خاص طور سے وطن عزیز عصبیت کی آگ میں جل رہا ہے، آئے دن قتل وغارت گری اور تباہی وبربادی کے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جن کے پیچھے مذہبی جنون اور قومی تعصب کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ جب تک رنگ ونسل اور مذہبی وقومی عصبیتوں کا خاتمہ نہیں ہوگا جرائم پنپتے رہیں گے مظلوموں کی جانیں ضائع ہوتی رہیں گی، بے قصوروں کا خون ہوتا رہے گا۔ موجودہ حالات کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے دنیا ایک بار پھر دور جاہلیت

کی طرف لوٹ رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جرائم کے روک تھام کے لیے بڑی حکمت عملی سے تمام تعصبات کا شدت کے ساتھ خاتمہ فرمایا، اخوت و محبت کا پیغام عام کیا، اور جرم و فساد کی بنیاد کا خاتمہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لیس منا من دعا الیٰ عصبیة ولیس منا من قاتل علیٰ عصبیة ولیس منا من مات علیٰ عصبیة۔(مسلم)

وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو عصبیت کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں جس نے عصبیت کی بنیاد پر دوسروں کے ساتھ لڑائی کی اور وہ ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا۔

سیرت پاک کا یہ گوشہ بھی ہمیں پر امن اور متوازی معاشرے کی تشکیل اور جرائم کے انسداد کے حوالے بڑا واضح نقطہ نظر پیش کرتا ہے، بس ضرورت ہے کہ ہم سیرت مصطفیٰ جانِ رحمت کو دل و جان سے اپنی زندگی کا حصہ بنائیں اور دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام پہنچائیں۔

⑤ اخلاقی قدروں کا زوال: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اخلاقی بگاڑ آج ہماری زندگی کے ہر شعبے میں داخل ہو چکا ہے۔ امانت، دیانت، صدق، عدل، ایفائے عہد، فرض شناسی اور ان جیسی دیگر اعلیٰ اقدار کمزور پڑتی جا رہی ہیں۔ کرپشن اور بدعنوانی ناسور کی طرح معاشرے میں پھیلی ہوئی ہے۔ جرم و فساد کا دور دورہ ہے۔ لوگ قومی درد اور اجتماعی خیر و شر کی فکر سے خالی اور اپنی ذات اور مفادات کے اسیر ہو چکے ہیں۔ یہ اور ان جیسے دیگر منفی رویے ہمارے قومی مزاج میں داخل ہو چکے ہیں۔ یہ وہ صورت حال ہے جس پر ہر شخص کف افسوس ملتا ہوا نظر آتا ہے۔ جب اخلاقی حس مردہ ہونے لگے تو ایسے معاشرے میں ظلم و فساد عام ہو جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں پہلے معاشرہ کمزور اور پھر تباہ ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ہمارا خیال نہیں، بلکہ قوموں کی تاریخ پر نظر رکھنے والا عظیم محقق ابن خلدون بھی ہمارے اس نقطۂ نظر کی تصویب کرتا ہے۔ وہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ”مقدمہ“ میں بتاتا ہے کہ دنیا میں عروج و ترقی حاصل کرنے والی قوم ہمیشہ اچھے اخلاق کی مالک ہوتی ہے، جبکہ برے اخلاق کی حامل قوم زوال پزیر ہو جاتی ہے۔ آج اخلاقی زوال کے سبب نہ تو زنا جیسا گھنونا جرم قبیح تصور کیا جاتا ہے اور نہ ہی دیگر اعمال قبیحہ اور افعال شنیعہ کو شرم و حیا کا باعث سمجھا جاتا ہے، گویا ہمارا پورا معاشرہ جرائم و فسادات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔

رسول کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم ہمیشہ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیا کرتے تھے، شرم و حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیتے، امانت و دیانت، راست گوئی، ایفائے عہد کا آپ کی تعلیمات کا اہم حصہ تھا، نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

اِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي اِلَى الْبِرِّ وَاِنَّ الْبِرَّ يَهْدِيْ اِلَى الْجَنَّة (متفق علیہ)

بے شک سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

مزید ارشاد ہوا: دَعْ مَا يُرِيْبُكَ اِلٰى مَا لَا يُرِيْبُكَ فَاِنَّ الصِّدْقَ طُمَانِيْنَةٌ وَالْكَذِبَ رِيْبَةٌ (ترمذی)

جو چیز تجھے شک میں ڈالتی ہے اسے چھوڑ کر اس کو اختیار کر جو شک میں ڈالنے والی نہیں ہے، کیونکہ سچ قلبی طمانیت (کا نام) ہے۔ اور جھوٹ شک و اضطراب (پیدا کرنے والی چیز) ہے۔

رسول کریم ﷺ کے ذریعہ رائج کردہ اخلاق حسنہ کا مقصد اعلیٰ سیرت و کردار پیدا کرنا اور پروان چڑھا کر جرم و فساد سے معاشرے کو پاک وصاف کرنا ہے۔ قرآن و حدیث میں جن منفی صفات و اخلاق (مثلاً تکبّر، ظلم، سنگدلی، جھوٹ، غصہ، فحش گوئی اور بدزبانی، غیبت، چغلخوری، حسد، بخل، خیانت، نفاق، فریب، بزدلی، کینہ پروری اور بدخواہی وغیرہ) سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان کا مقصود بھی دراصل مومن کے اندر اخلاقِ فاضلہ کی تکمیل اور جرم و فساد سے پاک، خوش گوار معاشرے کا ارتقا ہے۔

آقائے کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں پاکیزہ زندگی کے تمام پہلوؤں کی مثالیں اور نمونے موجود ہیں، امن و آشتی کی جھلکیاں ہوں تو صلح و مصالحت کی بھی، دفاعی حکمت عملی کی بھی اور معتدل حالات میں پرسکون کیفیات کی بھی، اپنوں کے واسطہ کی بھی اور بیگانوں سے تعلقات کی بھی معاشرت و معاملات کی بھی اور ریاضت و عبادات کی بھی۔ عفو و کرم کی بھی اور جود و سخا کی بھی تبلیغ و تقریر کی بھی اور زجر و تحدید کی بھی ان جھلکیوں میں جاں نثاروں کے حلقے بھی ہیں اور سازشوں کے نرغے بھی، امیدیں بھی ہیں اور اندیشے بھی گویا انسانی زندگی کے گوشوں پر محیط ایک ایسی کامل اور جامع حیات طیبہ ہے جو رہتی دنیا تک پوری انسانیت کے لئے رہبر و رہنما ہے۔ سیرت طیبہ پر مکمل عمل درآمد انسانی زندگی سے وابستہ تمام جرائم کے انسداد کا موثر ذریعہ ہے، جس کی چند جھلکیاں ہم نے یہاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ☆☆

سیرتِ طیبہ کے چند نمایاں پہلو

از: ڈاکٹر حامد علی علیمی، فاضل جامعہ علیمیہ و ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی

مسلمانوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے رہنمائی موجود ہے، دعوت و تبلیغ کرنے والوں کے لیے سیرتِ رسول مقبول ﷺ میں حکمت و دانائی سے بھرے بے شمار خوبصورت انداز بھرے پڑے ہیں۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اِن پر عمل کیا جائے تاکہ دعوت و تبلیغ کا کام احسن انداز سے دنیا بھر میں جاری رہ سکے۔ زیرِ نظر مضمون میں سیرتِ رسول کریم ﷺ سے چند خوبصورت مثالوں کو منتخب کیا گیا ہے، تاکہ آج دعوتِ دین کا کام کرنے والے انہیں اپنائیں اور دونوں جہاں کی سعادتوں کے مستحق ہو جائیں۔ مقالہ نگار)

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی مسلمانوں کے لیے ایک بہترین عملی نمونہ ہے۔ تمام شعبہ ہائے زندگی میں ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آپ ﷺ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت میں کامیابی کا طلب گار ہو، وہ آپ ﷺ کی پیروی کرے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا. (الاحزاب (۳۳) : ۲۱)

ترجمہ: ”بیشک تمھارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین علمی نمونہ ہے، اس کے لیے کہ جو اللہ اور آخرت کے دن کی اُمید رکھتا ہو اور اللہ کو بہت یاد کرے“۔

تبلیغ دین کے لیے نبی کریم ﷺ کو جن بنیادی اُصولوں کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے دی، اُن میں حکمت و دانائی اور عمدہ طریقے سے نصیحت قابلِ ذکر ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

اُدْعُ اِلٰى سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ. (النحل (۱۶) : ۱۲۵)

ترجمہ: ”اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ حکمت و دانش اور عمدہ نصیحت سے اور اِن سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو، بیشک تمھارا رب خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جانتا ہے راہ والوں کو۔

یہ حکم رسول اللہ ﷺ کے واسطے سے تمام اُمت کے مبلغین و معلّمین کے لیے بھی عام اور مشعلِ راہ ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم سیرتِ رسول کریم ﷺ سے چند پُر حکمت مثالیں پیش کریں گے، جن سے رسول اللہ ﷺ کی پُر تاثیر اور اثر آفرین حکمت معلوم ہوگی اور یہ آج کے دور میں خصوصاً مبلغین و داعیان اسلام کے لیے ایک دعوت ہوگی کہ وہ بھی اُسوۂ حسنہ کے اس عظیم پہلو کو اختیار کریں۔

حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام جن لوگوں کی طرف بھیجے جاتے ہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کے ایک ضروری حکم کی رعایت ضرور کرتے ہیں، وہ یہ کہ اپنی اُمت کے لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق کلام کرتے ہوئے پیش آتے ہیں، خصوصاً لوگوں کے نفسیاتی پہلو کو اپنے نورِ بصیرت سے دیکھ کر احکام جاری کرتے ہیں۔ ایسی روایات کُتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں، جن میں مسلمان مبلغین و داعیان کو لوگوں سے اُن کی عقلوں کے مطابق گفتگو کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

۱۔ امام مسلم اپنے مقدمہ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ آپ نے فرمایا:

مَا أَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْماً حَدِيْثاً لَا تَبْلُغُهُ عُقُوْلَهُمْ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً.

(امام مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، دار المغنی ریاض، طبعہ اولیٰ ۱۴۱۹ھ، ص ۹)

ترجمہ: اگر تم نے لوگوں کو ایسی بات بتائی جو اُن کی عقلوں میں نہ آئی تو وہ بعض کے لیے فتنہ (آزمائش) ہوگی۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّا مَعَاشَرُ الأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا أَن نُكَلِّمَ النَّاسَ عَلَى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ۔ (شمس الدین سخاوی، مقاصد حسنہ، دار الکتاب العربی بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۲ھ، ج ۱، ص ۵۲)

ترجمہ: ہم گروہ انبیا ہیں، ہمیں لوگوں سے اُن کی عقلوں کے

مطابق گفتگو کرنے کا حکم ہے۔

۳۔ امام بخاری حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ، أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُكَذَّبَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔ (محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، دار ابن کثیر بیروت، طبعہ اولیٰ ۱۴۲۳ھ، کتاب العلم، ص ۴۵)

ترجمہ: لوگوں سے وہی گفتگو کرو جسے وہ جانتے ہیں، کیا تم لوگ یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسول کو جھٹلایا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں ہمیں پُر تاثیر حکمت والی کئی مثالیں کُتبِ حدیث میں ملتی ہیں، جن میں سے چند ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

ا۔ حکمتِ نبوی اور غصے کا علاج:

غصہ آنا انسانی فطرت میں شامل ہے، کیونکہ جب انسان کسی نا گوار بات، کام یا چیز کو دیکھتا یا سُنتا ہے، تو اُسے غصہ آجاتا ہے، جس کا اظہار سب سے پہلے چہرے کے تیور بدلے سے ہوتا ہے، کیونکہ غصے میں بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے، نسیں پھولنے لگتی ہیں، اگر اسے قابو میں نہ کیا جائے تو بعض اوقات یہ کسی جسمانی، اخلاقی، معاشرتی یا مالی نقصان کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ غصہ بنیادی طور پر ناامیدی، ڈر، غم اور فکر کے جذبات کی وجہ ہوتا ہے، جو دبا دیے گئے ہوں۔ اسلام نے غصہ کے لیے علاج کے لیے چند علاج تجویز کیے ہیں: جب آدمی کو غصہ آئے، اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، بیٹھا ہو تو لیٹ جائے یا پانی پی لے۔ اسلام چاہتا ہے کہ اُس کے ماننے والے بے جا آنے والے غصہ کو ختم کر کے راہ اعتدال کو اختیار کر لیں۔ غصے آنے جانے میں چند صورتیں ہیں، جن میں سے بعض محمود ہیں اور بعض مذموم۔

ا۔ دیر سے غصے کا آنا اور جلد زائل ہو جانا محمود ہے۔

۲۔ دیر سے غصے کا آنا اور دیر سے زائل ہونا مذموم ہے۔

۳۔ جلد غصے کا آنا اور جلد ہی زائل ہو جانا محمود ہے۔

۴۔ جلد غصے کا آنا اور دیر سے زائل ہونا مذموم ہے۔

حدیث نبوی سے مثال: ا۔ صحیح بخاری شریف میں ہے:

(عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْصِنِي قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ)۔ (ایضاً کتاب الادب، ص ۱۵۲۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: مجھے کسی بات کی نصیحت کیجیے، فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اُس شخص نے بار بار نصیحت کرنے کا کہا، جب بھی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔

۲۔ مسند احمد بن حنبل کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ قُلْ لِي قَوْلًا يَنْفَعُنِي وَأَقْلِلْ لَعَلِّي أَعِيهِ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَعَادَ لَهُ مِرَارًا كُلُّ ذَلِكَ يُرْجِعُ إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم أَنْ لَا تَغْضَبْ۔ (مسند احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۶ھ، طبعہ اولیٰ، رقم حدیث: رقم: ۲۲۰۸۱، ج ۳۶، ص ۱۳۴)

ترجمہ: اُس شخص نے عرض کی: مجھے کسی بات کی نصیحت کیجیے جو مختصر ہو، تاکہ میں اُسے آسانی سے یاد کر سکوں، فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اُس شخص نے بار بار نصیحت کرنے کا کہا، جب بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔

۳۔ ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے:

عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَوْصِنِي قَالَ: لَا تَغْضَبْ، قَالَ: قَالَ الرَّجُلُ: فَفَكَّرْتُ حِينَ قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا قَالَ، فَإِذَا الْغَضَبُ يَجْمَعُ الشَّرَّ كُلَّهُ۔ (ایضاً، رقم حدیث: ۲۲۰۸۸، ص ۱۴۱)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی نصیحت کیجیے، فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔ صحابی کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصیحت پر غور و فکر کیا، تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ غصہ کرنا ہی در اصل تمام برائیوں کا مجموعہ ہے۔

۴-۵۔ امام طبرانی کی معجم کبیر و اوسط میں حضرت جاریہ بن قُدامہ، اُمِ درداء اور ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایات میں الفاظ یوں ہیں:

عن جَارِيَةُ بن قدامة وهو عند ابن عباس، قَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! قُلْ لِي قَوْلًا يَنْفَعُنِي وَاقْلِلْ لَعَلِّي أَعْقِلُهُ، قَالَ: لَا تَغْضَبْ، ثُمَّ عَادَ، فَقَالَ: لَا تَغْضَبْ۔ (طبرانی، معجم کبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع دوم ۲۰۰۵ء، رقم حدیث: ۲۰۶۳، ج ۲، ص ۳۷۸)

ترجمہ: جاریہ بن قدامہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کسی ایسی مختصر بات کی نصیحت کیجیے جو مجھے نفع دے اور میں اُسے یہ

آسانی سمجھ سکوں، فرمایا: غصہ نہ کیا کرو، اُنہوں نے دوبارہ نصیحت کی درخواست کی، تو نبی کریم ﷺ نے یہی فرمایا: غصہ نہ کیا کرو۔

۶۔ایک روایت کے الفاظ یوں ہیں:

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ يُدْخِلُنِي الْجَنَّةَ، قَالَ: "لا تَغْضَبْ، وَلَكَ الْجَنَّةُ". (طبرانی، معجم اوسط، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع سوم ۲۰۰۳ء، رقم حدیث: ۲۳۴۳، ج۵، ص۳۹۹)

ترجمہ: حضرت ابو درداکہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے، فرمایا: غصہ نہ کیا کرو تو تمھارے لیے جنت ہے۔

فوائد حدیث: مذکورہ روایات سے یہ فوائد حاصل ہوئے: غصہ تمام برائیوں کی جڑ ہے، غصہ نہ کرنا نفع بخش عمل اور دخولِ جنت کا سبب ہے۔

نتائج حدیث: اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ سائلین نے اپنی ذاتی شخصیت کو نکھارنے کے لیے نصیحت کی درخواست کی تھی، اور آپ ﷺ نے اُن کے اندازِ کلام، چہرے کے تاثرات یا نورِ نبوت سے اُن کے باطن کے اس پہلو کو جان لیا تھا کہ انہیں غصہ زیادہ اور بے جا آتا ہے، جس کی وجہ سے شخصیت کا توازن بگڑ گیا ہے، لہٰذا نصیحت کی کہ غصہ نہ کیا کرو کیونکہ غصہ میں انسان وہ کچھ کام کر جاتا ہے کہ بعض اوقات جس کی تلافی ممکن نہیں ہوتی، مثلاً قتل، طلاق یا اپنی ہی ذات یا مال کو نقصان پہنچا دینا۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام قسم کے نقصانات سے بچانے کے لیے، دوسرے کو پچھاڑنے والے کی بجائے غصہ کو قابو میں کرنے والے کو طاقتور ٹھہرایا ہے۔

۲۔مسجد میں نجاست کرنے والے کے ساتھ حُسن سلوک:

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قَامَ أَعْرَابِيٌّ فَبَالَ فِي الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمْ النَّبِيُّ ﷺ دَعُوهُ وَهَرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ أَوْ ذَنُوبًا مِنْ مَاءٍ فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ۔ (صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول، ص ۶۵)

ترجمہ: ''ایک دیہاتی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا، لوگ اُسے پکڑنے لگے تو آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور پیشاب پر ایک ڈول پانی بہا دو، کیونکہ تم لوگوں کو آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے تنگی کرنے والا نہیں''۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یوں ہے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ مسجد میں تھے کہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے لگا، تو حضور انور ﷺ کے صحابہ نے فرمایا: ٹھہرو، مگر رسول اللہ نے فرمایا: اسے نہ روکو چھوڑ دو۔ لوگوں نے چھوڑ دیا حتی کہ اس نے پیشاب کر لیا پھر حضور ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا کہ یہ مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں یہ تو صرف اللہ کے ذکر نماز اور تلاوت قرآن کے لیے ہیں، پھر ایک شخص کو حکم دیا وہ پانی کا ڈول لایا اور اُس پر بہا دیا گیا۔

حدیث میں حکمتیں: علما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا اُسے منع نہ کرنا بہت سی حکمتوں کا حامل ہے، مثلاً

۱۔وہ دیہاتی اسلام سے ناواقف تھا، اگر سخت رویہ اختیار کیا جاتا تو وہ متنفر ہو جاتا، لہٰذا اُس کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا گیا اور پیار سے آدابِ مسجد سمجھا دیے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ علم دین سیکھ کر ایک عرصہ بعد جب حاضر خدمت ہوا، تو اُسے نہ ملامت کی گئی نہ گناہ گار ٹھہرایا گیا۔

۲۔ وہ ایک جگہ پر نجاست کر رہا تھا، اگر صحابہ کرام اُسے پکڑنے کی کوشش کرتے تو وہ بچنے کے لیے بھاگتا، جس کی وجہ سے مسجد کے دیگر حصوں میں بھی نجاست پھیل جانے کا اندیشہ تھا، لہٰذا اُسے روکا نہیں گیا۔

۳۔ طبی نقطۂ نظر سے یہ حکمت سمجھ آتی ہے کہ چونکہ پیشاب کا بہ آسانی بدن سے نکل جانا ایک نعمت ہے اور اس کا نہ نکلنا کئی طرح کی بیماریوں کا سبب بن سکتا ہے، لہٰذا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفظانِ صحت کے اُصولوں کی رعایت میں اُسے نجاست کرنے دی۔

۴۔ نیز علماءِ طب نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر خوف کی وجہ سے وہ درمیان میں ہی پیشاب روک لیتا، تو سخت بیماری کا شکار ہو جاتا اور صحت، بیماری سے بہتر ہے، لہٰذا نبی کریم ﷺ نے اُس کی صحت کے پیش نظر اُسے ایسا کرنے دیا۔

نتائج: خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ اولاً کسی کم علم یا ناواقف شخص کی غلطی پر سرزنش کے بجائے، پیار و محبت سے آداب سکھائے جائیں، کیونکہ دین سے قریب کرنا متنفر کرنے سے بہتر ہے۔ ثانیاً جہاں کسی معمولی سے خطا یا جُرم پر سرزنش کرنے سے اُس کی صحت پر بُرا اثر پڑنے کا اندیشہ ہو، وہاں ترکِ سرزنش کو ترجیح دینی چاہیے۔

مثال ۳: چھینک پر اللہ کی تعریف کرنے کی حکمت:

رسول کریم ﷺ نے ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر کچھ حقوق مقرر فرمائے ہیں، مثلاً: سلام کرنا، اُس کی دعوت قبول کرنا، بیمار ہو تو مزاج پرسی کے لیے جانا، چھینک آئے تو جواب دینا، مر جائے تو اُس کے جنازے میں شریک ہونا اور اُس کی غیر موجودگی میں بھی اُس کی بھلائی چاہنا۔

ہم یہاں صرف چھینک سے متعلق کچھ سائنسی حقائق کی روشنی میں لکھیں گے، تاکہ رسول اللہ ﷺ کی حکمت آشکار ہو۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

إِذَا عَطَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ، وَلْيَقُلْ لَهُ أَخُوهُ أَوْ صَاحِبُهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَإِذَا قَالَ لَهُ: يَرْحَمُكَ اللّٰهُ، فَلْيَقُلْ: يَهْدِيكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُم۔

(صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب اذا عطس کیف یشمت، ص ۱۵۵۲)

جب تم سے کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا یَرْحَمُکَ اللّٰہُ کہے، جب یہ یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں کہے: یَهْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَ یُصْلِحُ بَالَکُمْ۔

سننِ ترمذی اور سننِ دارمی کی روایت میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ جب چھینک آئے تو یہ کہے: اَلحَمدُ للّٰہ عَلٰی کُلِّ حَال۔ (ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، سنن ترمذی، مکتبۃ المعارف، ریاض طبعہ اولی، سن، کتاب الأدب، باب ماجاء کیف یشمت العاطس، ص ۶۱۶)

مسئلہ: چھینک آنے پر الحمد للہ کہنا سُنت جبکہ اس کے جواب میں دوسرے پر یرحمک اللہ وغیرہ الفاظ سے جواب دینا واجب ہے۔

جدید سائنس کے مطابق ناک اور منہ کے ذریعے سے باریک باریک ذرات جسم کے اندر جاتے ہیں، جن کے سبب اندر کے سسٹم میں دباؤ پیدا ہوتا ہے، جو چھینک کی صورت میں بذریعہ ناک باہر نکلتا ہے۔ چھینک کی شدت کے باعث بے اختیار آنکھیں بند ہو جاتی ہیں اور معمولی سے وقت کے لیے گویا بدن 'Shut down' ہو جاتا ہے، بدن کا دوبارہ بحال ہونا اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے اُمت کو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد بجالانے کا حکم دیا ہے۔

بعض اہلِ علم کے مطابق چھینک آنے سے ناک کے ذریعے ایک ایسی گیس نکلتی ہے، جو ناک اور دماغ کے درمیان جمع ہوتی رہتی ہے، یہ گیس ایسی مضر ہوتی ہے کہ اگر چھینک کے ذریعے ناک سے نہ نکلے تو انسان کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے، بعض صورتوں میں تو موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ اب اگر رسول اللہ ﷺ کے طرزِ عمل اور اس کی حکمت کو دیکھا جائے تو سبحان اللہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا، کیونکہ آپ ﷺ نے چھینک کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ چھینک کے ذریعے گیس کے اِخراج کے بعد گویا انسان کو ایک نئی زندگی مل جاتی ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ اس نئی زندگی پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے۔

مگر افسوس! ہمارا طرزِ عمل تو یہ ہے کہ اگر کسی مجلس یا محفل میں ہمیں چھینک آ جائے تو ہم ''Sorry، Excuse me'' وغیرہ کلماتِ تأسّف ادا کرتے ہیں، گویا زبانِ حال سے کہہ رہے ہوتے ہیں کہ افسوس! جان بچ گئی، یا معاف کرنا دوستوں میں بچ گیا۔۔۔!، حالانکہ یہ مقام تو مقامِ شکر ہوتا ہے نہ کہ مقامِ تأسف۔ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقلِ سلیم عطا کرے۔

مثال ۴: گناہ کی اجازت مانگنے والے کے ساتھ حُسنِ سلوک:

امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

إِنَّ فَتًى شَابًّا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ ائْذَنْ لِي بِالزِّنَا فَأَقْبَلَ الْقَوْمُ عَلَيْهِ فَزَجَرُوهُ قَالُوا مَهْ مَهْ فَقَالَ ادْنُهْ فَدَنَا مِنْهُ قَرِيبًا قَالَ فَجَلَسَ قَالَ أَتُحِبُّهُ لِأُمِّكَ قَالَ لَا وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِأُمَّهَاتِهِمْ قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِابْنَتِكَ قَالَ لَا وَاللهِ يَا رَسُولَ اللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِبَنَاتِهِمْ قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِأُخْتِكَ قَالَ لَا وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِأَخَوَاتِهِمْ قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِعَمَّتِكَ قَالَ لَا وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِعَمَّاتِهِمْ قَالَ أَفَتُحِبُّهُ لِخَالَتِكَ قَالَ لَا وَاللهِ جَعَلَنِي اللهُ فِدَاءَكَ قَالَ وَلَا النَّاسُ يُحِبُّونَهُ لِخَالَاتِهِمْ قَالَ فَوَضَعَ يَدَهُ عَلَيْهِ وَقَالَ اللهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ وَحَصِّنْ فَرْجَهُ فَلَمْ يَكُنْ بَعْدُ ذَلِكَ الْفَتَى يَلْتَفِتُ إِلَى شَيْءٍ۔

ترجمہ: ایک نوجوان نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا

اور عرض کی: مجھے زنا کرنے کی اِجازت دیجیے! یہ سُن کر لوگوں اُسے ملامت کرنے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا: اسے چھوڑ دو اور میرے قریب آنے دو، چنانچہ وہ نوجوان قریب آکر بیٹھ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اسے اپنی ماں کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں، اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کیا اسے اپنی بیٹی کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں اے اللہ کے رسول! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بیٹیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کیا اسے اپنی بہن کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی بہنوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کیا اسے اپنی پھوپی کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی پھوپیوں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ فرمایا: اچھا یہ بتاؤ کیا اسے اپنی خالہ کے لیے پسند کرتے ہو؟ عرض کی: اللہ کی قسم! ہر گز نہیں! اللہ مجھے آپ پر فدا کرے، آپ ﷺ نے فرمایا: لوگ بھی اسے اپنی خالاؤں کے لیے پسند نہیں کرتے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے اُس نوجوان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کی: اے اللہ! اس کا گناہ بخش دے اور اس کا دل پاک کر دے اور اِس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اُس نوجوان نے کبھی اس گناہ کی طرف رغبت نہیں کی۔ اسے امام طبرانی نے بھی اپنی معجم میں حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راویت کیا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، رقم حدیث: ۲۲۲۱۱، ج ۳۶، ص ۵۴۵)

حدیث میں حکمتیں: دینِ اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ تقاضا کرتا ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرکے گناہوں سے پرہیز کریں، اس کے مختلف درجات ہیں، ایک شخص گناہ اس لیے نہیں کرتا کہ اُسے اس سے منع کیا گیا ہے، یہ 'شریعت' پر عمل ہے، ایک شخص گناہ کو گناہ سمجھتے ہوئے نہیں کرتا، یہ 'طریقت' ہے اور ایک شخص گناہ نہ کرنا اپنی فطرتِ ثانیہ بنا لیتا ہے اور گناہوں سے باز رہتا ہے، یہ 'حقیقت' ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہ و جرم سے باز رکھنے والے عوامل میں تین زیادہ اہمیت کے حامل ہیں:

(۱) خوفِ خدا: اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ اُس کے خوف سے نافرمانی نہیں کرتا، اُسے یہ احساس ہر وقت رہتا ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔

(۲) خوفِ سزا: جہاں قانون کی بالادستی ہو اور سزا و جزا کا نفاذ ہو تو وہاں عموماً آدمی جُرم کا ارتکاب کرنے سے ڈرتا ہے کہ ارتکاب پر سزا ملے گی۔

(۳) مقدس رشتے: کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی محترم شخصیت کے ہوتے ہوئے، یا اُن کے سامنے رسوائی سے بچنے کے لیے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے گناہ کی اجازت مانگنے والے نوجوان کو گناہ سے باز رکھنے کے لیے مؤخر الذکر طریقہ اپنایا اور اُس کے سب سے قریبی محرمات خواتین کا ذکر کرکر کے اُس سے فرمایا کہ کیا تم یہ عمل اپنے ان محرمات کے ساتھ پسند کرتے ہو، ہر بار وہ نوجوان نفی میں جواب دیتا رہا، اور آپ ﷺ اُسے یہ احساس دلاتے رہے کہ جس کام کو تم اپنی محرمات کے ساتھ پسند نہیں کرتے تو کوئی دوسرا بھی ایسا عمل اپنی محرمات کے ساتھ ہر گز پسند نہیں کرے گا۔ چونکہ وہ نوجوان گناہ کو گناہ سمجھتا تھا اور خوفِ خدا بھی رکھتا تھا، لیکن اپنے نفس سے مجبور ہو کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور گناہ کی اجازت مانگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے بجائے سزا کا خوف دلانے کے حکمت بھرے انداز سے محرمات کے مقام و مرتبہ اور حرمت کا احساس جگا دیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ نوجوان گناہ سے باز رہا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کر لیا۔

نتائج: اگر کوئی شخص کسی کے معظمِ دینی وغیرہ کے پاس کسی گناہ کی اجازت لینے کے لیے آئے تو بجائے یہ کہ اُسے ذلیل و رسوا کیا جائے اور ملامت کی جائے، اُسے حکمت بھرے انداز سے یہ احساس دلانا چاہیے کہ یہ جو کام تم کرنے جا رہے ہو، اس سے فلاں فلاں کو نقصان پہنچے گا، کیا تم یہ نقصان اپنے ماں باپ، بہن بھائی وغیرہ کے لیے پسند کرتے ہو۔ آج تبلیغِ دین کا فریضہ انجام دینے والوں کے لیے دورِ حاضر کے مطابق حکمت کے مختلف انداز اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت کرنے اور اس میں حکمتِ نبوی اختیار کرنے کی توفیق بخشے۔۔۔۔! آمین۔

☆☆☆

نام کتاب : محامدِ رب (حمدیہ دیوان)
شاعر : ڈاکٹر صابر سنبھلی
اشاعت اول : ۲۰۱۴ء
صفحات : ۱۴۴ قیمت : ۱۰۰/ روپے
ناشر : ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خاں سرائے سنبھل (یوپی)
اعتراف : یہ کتاب اترپردیش اردو اکادمی کے مالی اشتراک سے شائع ہوئی۔

پیش نظر کتاب میں دیباچۂ دیوان، محامد (غزل کی ہیئت میں)، مسدس، ابیات، رباعیات، قطعات، تضامین، دوہے، قطعہ تاریخ ہیں۔

پوری کتاب میں محترم المقام ڈاکٹر صابر سنبھلی نے پوری کائنات کے خالق و مالک اللہ عزوجل کی حمد سرائی کی ہے، تمام حمدیں مختلف بحروں میں بڑی حد تک مکمل ہیں۔ اشعار میں فن عروض کی بھرپور رعایت ہے، فکر و فن کے دریچے مسکراتے نظر آتے ہیں، ایک بندۂ مومن جب مطالعہ کرتا ہے تو اس پر اس کے خالق عزوجل کی خالقیت اور ربوبیت کے در واہوتے چلے جاتے ہیں اور اسے اپنی بندگی کی کم مائگی کا احساس ہونے لگتا ہے، اس پر اپنے خالق و مالک کی ہیبت طاری ہو جاتی ہے، چند لمحوں میں خشیتِ ربانی کا پیکر بن جاتا ہے، وہی پیدا کرنے والا ہے، وہی عزت و ذلت دینے والا ہے اور وہی موت عطا فرمانے والا ہے، اس کی جتنی بھی مدح سرائی کی جائے کم ہی کم ہے۔

یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ حمدِ باری تعالیٰ نثر میں ہو یا نظم میں تمام اصناف سخن اور تمام نگارشات ادب میں اعلیٰ اور برتر ہے، "حمد" کے لغوی معنیٰ اگرچہ تعریف کے ہیں، لیکن اس کا مفہوم مطلق "حمد الٰہی" ہی لیا جاتا ہے۔ مصنف نے دیباچۂ دیوان میں حمدِ الٰہی کے تعلق سے حسب ذیل دو آیتیں نقل فرمانے کا شرف حاصل کیا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"تم فرمادو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لئے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہوجائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں۔" (سورہ کہف، آیت نمبر:۱۰۹)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہوجائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے پیچھے سات سمندر اور تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بیشک اللہ عزّت و حکمت والا ہے۔ "(سورہ لقمان، آیت:۲۷)

ان مقدس آیتوں کی روشنی میں آپ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی بلندی، وسعت اور عظمت کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اس کی خالقیت و ربوبیت کا اندازہ لگانے والے ہم کون ہیں۔ ہمارے وجود، ہماری فکریں اور ہمارے علوم محدود ہیں، مختصر اور ناپائیدار ہیں، حادث اور ختم ہونے والے ہیں، وہ تو ایسا رزاق ہے کہ فرماتا ہے کہ...

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا .

اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمّہ کرم پر نہ ہو۔ (سورہ ہود، آیت:٦)

دیکھا گیا ہے کہ ایک پتھر کو توڑا گیا اور اس میں سے زندہ کیڑا نکلا، یہ کون ہے جو اس بند پتھر میں اسے رزق اور ہوا پہنچاتا ہے، حیات بخش اشیا پہنچاتا ہے، عقلیں حیرت زدہ رہ جاتی ہیں اور زبانیں ببانگِ دہل پکار اٹھتی ہیں "لا موجود الا اللہ".

حضرت مصنف ایک سلجھے ہوئے اعلیٰ فکر و مزاج کے کامیاب ادیب ہیں، جب کسی موضوع پر لکھتے ہیں تو اپنی وسعت بھر موضوع کا حق ادا فرمادیتے ہیں۔ شعر و سخن میں بھی فنی مہارتوں کی حامل شخصیت ہیں، عروض کے فن پر کامل دست رس رکھتے ہیں، زبان و بیان کے رموز و اسرار سے بھی بڑی حد تک آشنا ہیں، آپ نے اردو میں ایم. اے. اور پی. ایچ. ڈی. کی اور پی. جی. کالج مراد آباد میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ۳۰/ جون ۲۰۰۳ء سے باضابطہ پنشن پا رہے ہیں۔

ادب اور شاعری کے مختلف موضوعات پر آپ کی ۳۸/ سے زائد کتب شائع ہو چکی ہیں اور پانچ سے زائد کتب مرتب و مکمل ہیں۔ شعر گوئی میں حمدِ باری تعالیٰ، نعتِ مصطفیٰ ﷺ، ابیات، قطعات، غزل، رباعایات اور تضامین وغیرہ پر آپ نے بھرپور لکھا ہے، تنقیدیں، تجزیے اور تبصرے بھی خوب کیے ہیں، معاصرین سے نوک جھونک بھی جوش و ولولے سے کی ہے، بفضلہٖ تعالیٰ اپنی علمی وسعت کے مطابق آپ نے تنقید نگاری کا حق ادا کر دیا ہے۔

آپ نے حمد باری تعالیٰ کی وسعتوں پر روشنی ڈالی ہے، وہ ازلی ہے، وہ ابدی ہے، وہ قدیم ہے، وہ غیر محدود ہے، یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اس کی ذات و صفات قدیم حقیقی اور غیر محدود ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: " كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْت. " "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے"، انبیاے کرام اور رسولانِ عظام کو بھی موت آتی ہے، مگر ایسی کہ فقط "آنی" ہے اردو زبان میں امامِ نعت گویاں امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے۔

انبیا کو بھی اجل آنی ہے مگر ایسی کہ فقط "آنی" ہے
پھر اسی "آن" کے بعد ان کی حیات مثلِ سابق وہی جسمانی ہے

امام احمد رضا کے ان اشعار کا مفہوم واضح ہے کہ انبیاے کرام کی موت فقط ایک "آن" کے لیے آتی ہے اور اس کے بعد پھر ان کی جسمانی زندگی جاری ہوجاتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے "حمد" اللہ رب العزت کی تعریف کو کہتے ہیں، حمد سے ملتی جلتی کچھ اور چیزیں بھی دیوان میں ہیں، جیسے دعا، مناجات، ثناوغیرہم، تاہم کسی حد تک یہ چیزیں بھی حمد کی ہی قسمیں ہیں۔ چوں کہ حمد یہ شاعری یا حمد کے فن پر تحقیقی یا تنقیدی کام نہیں ہوا ہے، اس لیے چاہتا ہوں کہ حمد کی ان شقوں پر بھی اپنی ناقص معلومات کے مطابق تھوڑی تھوڑی روشنی ڈال دوں۔" (محامدِ رب، ص:۱۱)

شاعر محترم کا یہ فرمانا کہ حمد یہ شاعری پر کام نہیں ہوا ہے، ہمارے لیے سر دست محلِ نظر ہے، ہمیں یاد پڑتا ہے کہ پاکستان میں اس موضوع پر کسی حد تک کام ہوا ہے، ہاں آپ نے یہ لکھا ہے کہ نعتیہ شاعری پر بڑی حد تک کام ہوا ہے، آپ نے دیباچۂ دیوان میں اس کی وجوہات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ آپ کے اس نقطۂ نظر سے ہم مکمل اتفاق کرتے ہیں۔ آپ کا دیباچہ ایک کامیاب مقدمہ ہے اور بڑی حد تک "حمد نگاری" کے موضوع کا حق ادا کر رہا ہے۔

سر دست ہم یہاں یہ وضاحت بھی کر دیں کہ مناجات اور دعا کا استعمال بھی حمد نگاری میں آتا ہے۔ امام احمد رضا محدث بریلوی نے بڑی عقیدت وانکساری سے یہ دعا مانگی ہے۔

یا الٰہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے
یا رسول اللہ کرم کیجے خدا کے واسطے

امام احمد رضا اپنے خدا عزوجل سے دعائیں تمام مقامات پر اپنے نبی ﷺ کے حوالے اور وسیلے سے مانگتے ہیں۔

ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ بارگاہِ ایزدی کے وسیلۂ اعظم ہیں، اس کی نعمتوں کے قاسم ہیں، در رسول پر رسائی کے بغیر در خدا پر رسائی ناممکن ہے۔ بے وسیلۂ مصطفیٰ نعمتِ خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔"

(کلامِ رضا کے تنقیدی زاویے، ص:۵)

امام احمد رضا محدث بریلوی نے کتنی خوب صورت منظر کشی فرمائی ہے۔

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو، یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے
حشا! غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

ذکرِ خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو!
واللہ ذکرِ حق نہیں کنجی سقر کی ہے

اب آپ ذرا "محامدِ رب" پر نگاہ ڈالیں، سب سے پہلے آپ نے ص:۱۹ر سے ۱۰۶ تک غزل کی ہیئت میں حمدیں لکھی ہیں، اب آپ پہلی حمد کے پہلے دو شعر دیکھیے۔

تھا نہاں ہی نہ کچھ عیاں پیدا
"کن" کہا تو ہوئے جہاں پیدا

دور و نزدیک جو جہاں بھی ہیں
سب اسی کے ہیں این و آں پیدا

آخری شعر بھی دیکھیے۔

حکمِ ربّی تھا صرف "کن" صابرؔ
ہو گئے پھر تو کن فکاں پیدا

ان حمد یہ اشعار میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت پر روشنی ڈالی ہے، پوری دنیا میں جو کچھ تھا، جو کچھ ہے اور جو کچھ ہوگا صرف اور صرف اسی لفظ "کن" سے پیدا ہوا۔ ارشادِ مصطفیٰ ﷺ ہے: "اول ما خلق الله نوری و کل الخلائق من نوری" (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا اور میرے نور سے تمام مخلوقات کو پیدا فرمایا۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور سے صرف اور صرف اپنے پیارے محبوب ﷺ کو پیدا فرمایا، اس کے بعد باقی تمام کو اپنے صفاتی نور سے پیدا فرمایا۔

آپ نے ہٹ، رٹ وغیرہ ردیفوں میں عمدہ حمد نگاری فرمائی ہے۔

میں ہوں یارب گناہ گار نپٹ

دور کر دے مرے مزاج سے ہٹ
دور ہو جائے میرے دل سے کپٹ
اور لب پر ہو تیرے نام کی رٹ
حشر کے دن ہو یہ بھی خاص کرم
چھو نہ پائے مجھے سقر کی لپٹ
گورِ تیرہ کی شب میں صابر کو
اے خدا ہو نہ کوئی گھبراہٹ

(ص:۳۷)

ان اشعار میں جس فنکاری کے ساتھ آپ نے قافیوں اور ردیفوں کا استعمال کیا ہے، ان سے آپ کی زبان و بیان پر مہارت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ خاص بات یہ ہے کہ مفاہیم میں تنوع ہے اور ایک بندۂ خدا اپنے پروردگار سے جو التجا کرتا ہے اور اس کے دل کی جو خواہش ہوتی ہے، بڑی حد تک اس پوری حمد میں ان کا اظہار کر لیا ہے۔

آپ نے "سچ مچ" کا استعمال بھی بڑی خوب صورتی سے فرمایا ہے۔

ہے رب اکبر کریم سچ مچ
کبیر سچ مچ، عظیم سچ مچ
سوائے اس کے سبھی ہیں حادث
وہی ہے تنہا قدیم سچ مچ
ہے علم اس کا محیط و ذاتی
وہی ہے رب علیم سچ مچ

اس حمد میں آپ نے رب تعالیٰ کے کریم، کبیر اور عظیم ہونے کا اعلان کیا ہے، اسی ضمن میں آپ نے چند عقائد اہلِ سنت کو بھی بڑی حد تک واضح فرمادیا ہے۔ رب تعالیٰ اور اس کی مخلوق میں بہت بڑا فرق یہ ہے کہ وہ قدیم ہے، باقی سب حادث ہیں، یعنی پہلے نہیں تھے بعد میں وجود پذیر ہوئے، اس کا علم غیر محدود ہے، یعنی اس کی کوئی حد نہیں اور اس کا علم خود سے ہے، کسی کا دیا ہوا نہیں ہے اور باقی انبیاے کرام اور نبیوں کے نبی عالمِ غیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کثیر علوم عطا فرمائے، یہ سب حادث ہیں، یعنی پہلے نہیں تھے اللہ تعالیٰ کے دینے سے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے فضل سے علومِ غیبیہ بھی عطا فرمائے۔

حضرت مصنف نے اپنے دیباچہ میں لکھا ہے کہ "غیاث اللغات میں ایک لفظ "گوشوارہ" کے معنیٰ دیکھ رہا تھا، اس کے معنیٰ میں یہ بھی درج تھا "مطلع کے بعد مقطع آرند" آپ نے اس لفظ کو اردو لغات میں دیکھا، مگر یہ معنیٰ نہیں ملے، نہ اردو کی کسی عروضی کتاب میں اس کا ذکر ملا اور نہ اس کی مثال، مزید فرماتے ہیں: "آخر اپنی فہم کے مطابق اس کو برتا اس کو اس دیوان کی "ت" اور "ص" کی ردیفوں میں دیکھا جاسکتا ہے۔"

"ص" کی ردیف میں "گوشوارہ" کا خوب صورت استعمال دیکھیے:

جس سے منکر نکیر بھی ہوں مست
نکلے ایسی کفن سے نکہت خاص
صابر از تو دعائے می خواہد
کُن عطا حسب حال نصرت خاص
"گوشوارہ" میں کرتا ہوں تازہ
جو ہے اک فارسی کی صنعت خاص

اس حمد میں آپ نے فارسی کے "گوشوارے" کا استعمال بڑے فن کے ساتھ کیا ہے اور بارگاہِ الٰہی سے بہت کچھ مانگ بھی لیا ہے۔

حضرت مصنف تحریر فرماتے ہیں:

"اس دیوان میں شامل ۱۶ر حمدیں غزل کی ہیئت میں اور پانچ مثنوی کی ہیئت میں پہلے کی کہی ہوئی تھیں، جو ابتدائی درجات کی درسی کتب اور بچوں کے لیے لکھی گئی تھیں۔ ایک مسدس اور چند قطعات بھی پہلے کے کہے ہوئے تھے، جب دیوان تیار کرنے کا خیال آیا تو یومیہ ایک حمد کہی اور بہت کم مدت میں یہ دیوان مکمل کر لیا۔" (ص:۱۶)

بہر کیف یہ مکمل دیوان زبان و بیان، فکر و فن اور شاعرانہ رموز و اسرار سے لبریز ہے۔ جس طرف رخ کیجیے حمد باری تعالیٰ کی عظمتوں کے پھول مسکراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ آپ ایک کامیاب شاعر و ادیب ہیں، ادبی علوم و فنون کے ساتھ کردار و اخلاق میں بھی طاق ہیں، ہماری متعدّد ملاقاتیں ہوئی ہیں بلکہ ان کے گھر جانے اور انھیں "بین الاقوامی میڈیا سیمینار" میں مدعو کرنے کا بھی شرف حاصل کیا ہے۔

اس حمدیہ دیوان میں شاعر محترم نے حمد نگاری کا اپنی علمی وسعت کے مطابق حق ادا کر دیا ہے۔ اگر فنی اعتبار سے گفتگو کی جائے تو بات بہت طویل ہو جائے گی اور تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ ہم سرِ دست ڈاکٹر عارف حسین خاں عارفؔ کا قطعۂ تاریخ طباعت، جو کتاب کے آخر میں درج ہے، اس کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہر اک سے بے نیاز ہے وہ لا مکاں
لطافتوں کی ہے وہاں پہ انتہا
مجالِ دم زدن نہیں کسی کو بھی
فقط وہی ہے کائنات کا خدا
برائے سال طبع عرض می کنم
"یہ ذکر ہے لطیف کا قدیر کا"
۱۴۳۵ھ

مناقبِ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از: ڈاکٹر شوکت علی برقی اعظمی، خیر آباد مئو

منقبت

وہ جس نے دنیا میں پہنا لباسِ جنت ہے
یزید نام سے ہر اہلِ دیں کو نفرت ہے
وہ خوش نصیب ہے ان سے جسے عقیدت ہے
چمن میں دین کے باقی جو رنگ و نکہت ہے
ہیں اہلِ بیت اور قرآن نجات کے رستے
وضو لہو سے بنا کر نمازِ عشق پڑھی
نہا کے خون میں اپنے حسین ابنِ علی
محبِ آل ہے شاید گلاب کا پودا
یزید! سر نے سنایا ہے نیزے پر قرآں
حسین مر کے بھی زندہ ہیں اپنی تربت میں
تمام خیمے کا پانی پلایا مہماں کو
یزیدیوں کی حکومت کا گل چراغ ہوا
عمل جو کرتے ہیں قولِ حسین پر اپنا
بیان کیسے کروں آپ کے مصائب کا
حضور آپ کے انکار کے طمانچے نے
جہاں گرا ہے شہیدوں کے خون کا قطرہ

امیرِ شام چلا لینے اس سے بیعت ہے
حسینِ پاک کی ہر قلب میں محبت ہے
وہ بد نصیب ہے ان سے جسے عداوت ہے
قسم خدا کی وہ شبیر کی بدولت ہے
شہِ انام کی امت کو یہ وصیت ہے
لہو حسین کا اسلام کی ضمانت ہے
بچا لی دینِ پیمبر کی تو نے عظمت ہے
تراشنے پہ پنپنے کی اس میں قوت ہے
شہیدِ ناز کی بے مثل یہ کرامت ہے
یزیدی تخت ہے باقی نہ تو حکومت ہے
یہ بے بسی میں بھی شبیر کی سخاوت ہے
حسین والوں کی سارے جہاں میں شہرت ہے
خدا نے واسطے ان کے سجائی جنت ہے
بدن میں لرزہ ہے، طاری زباں میں لکنت ہے
مٹا دی ظالم و جابر کی جاہ و حشمت ہے
وہ سرزمین بھی دنیا میں رشکِ جنت ہے

جو لکھ رہے ہیں کہ یہ ڈھونگ ہے سیاست ہے
امامِ عصر کی ان کے لیے ضرورت ہے

قطعات

بنتِ نبی مادر تری، شیرِ خدا بابا ترا
سردارِ جنت خود ہے تو صلِ علیٰ رتبہ ترا
تو گلشنِ زہرا کا گل، تو وارثِ ختم الرسل
مکہ ترا، طیبہ ترا، جنت تری، کعبہ ترا

....

پیمبر دین کے بانی، مبلغ دین کے حیدر
حسین ابنِ علی دینِ نبی کے پاسباں نکلے
محبانِ علی کی قبر مہکے مشک و عنبر سے
حسینِ پاک کے دشمن کی تربت سے دھواں نکلے

....

نخل بندِ گلشنِ اسلام تیری طرح سے
باغِ دینِ مصطفیٰ کو کس نے سینچا آج تک
برچھیوں کی زد پہ، تلواروں کے سائے کے تلے
کوئی ساجد کر سکا ایسا نہ سجدہ آج تک

....

مہک رہا ہے ریاضِ دینِ نبی
شمیمِ عزم کے وہ گل کھلا دیے تو نے
فزوں فرات کے پانی سے ہو گئے ہوں گے
جو اشک چشمِ جہاں سے بہا دیے تو نے

....

اے راکبِ دوشِ نبی، بلغ العلیٰ بکمالہ
تجھ میں ہے نورِ داوری، کشف الدجیٰ بجمالہ
نانا نبی، بابا ولی، حسنت جمیع خصالہ
تیرا گدا شوکت علی، صلوا علیہ و آلہ

وفیات

علامہ سید شاہ تراب الحق قادری کی رحلت سے ایک عہد کا خاتمہ ہوگیا

۴؍محرم الحرام ۱۴۳۸ھ بروز پنج شنبہ (جمعرات) کو میر جماعت اہلِ سنت پاکستان یادگار اسلاف حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری خلیفہ حضور مفتیِ اعظم ہند کے انتقال پر ملال کی خبر سن کر بے حد افسوس ہوا، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے عہد میں علماے اہلِ سنت کے معتمد اور سرخیل کی حیثیت رکھتے تھے، آپ کی صوفیانہ اور زاہدانہ زندگی اہلِ پاکستان کے لیے ایک بہترین نمونہ تھی، ایسا لگتا ہے کہ اکابر علماے اہلِ سنت کے سلسلۃ الذہب کی آپ آخری کڑی تھے، تقریر، تحریر اور دعوت و تبلیغ نیز تنظیم و تحریک ہر میدان کے آپ شہ سوار اور قائدانہ صلاحیتوں کے مالک تھے، آپ کی جو کتابیں نظر سے گذری ہیں، ان میں دعوت و تنظیم، حیاتِ امامِ اعظم، فضائلِ صحابہ و اہلِ بیت، رسولِ خدا کی نماز، کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ آخر الذکر دونوں کتابیں اس لائق ہیں کہ ان کو ہر گھر کی زینت بنایا جائے اور دوسری مختلف زبانوں میں ان کے تراجم شائع کیے جائیں۔ آج ہمارے علما و مشائخ جب رحلت کر کے قبر میں آرام فرما ہوتے ہیں تو ان کی دینی خدمات کو طاق نسیاں کی نذر کر دیا جاتا ہے اور ساری توجہ مزار و چادر اور تعمیر قبہ کی طرف مبذول کر دی جاتی ہے، جب کہ اولین درجے میں ان کے آثار علمیہ کی اشاعت پر توجہ دینی چاہیے، کہ یہی ان کا سب سے بڑا فیضان ہے اور ان کے لیے سب سے بڑا ایصالِ ثواب بھی۔

اللہ رب العزت مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، پس ماندگان کو صبر و اجر کی توفیق بخشے اور انھیں کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین۔ محمد عبد المبین نعمانی قادری

دار العلوم قادریہ چریاکوٹ، مئو (یوپی)

حضرت قاری سبحان اللہ قادری کا وصال

مکرمی! موت برحق ہے، اس سے کسی کو چھٹکارا نہیں، جس کا وقت پورا ہوا اسے دنیا سے رخصت ہونا ہے، کچھ افراد ایسے ہوتے ہیں جن کے انتقالِ پر ملال کو لوگ چاہ کر بھی نہیں بھول پاتے ہیں، ہمارے عزیز حضرت حافظ و قاری الحاج سبحان اللہ قادری انھیں شخصیتوں میں سے ایک تھے، مخلص، پرہیز گار، ملنسار، با اخلاق، ملت کا درد رکھنے والے اچھے حافظ قرآن اور بہترین قاری خوش الحان تھے۔ مسکراتا چہرا، شریعت پر سختی سے پابند رہنے والا ہمارا عزیز مخلص ساتھی اتنی جلد ہم سے رخصت ہو جائے گا، ہمیں یقین نہیں ہو رہا ہے، ابھی کل ہی کی تو بات ہے، دوپہر میں ہم لوگ ایک دسترخوان پر ساتھ میں کھانا کھائے، انھیں کی اقتدا میں ظہر کی نماز ادا کی، ایک جلسہ میں شرکت کے لیے جب میں نکل رہا تھا تو باضابطہ حضرت قاری سبحان اللہ قادری نے مصافحہ کر کے الوداع کہتے ہوئے رخصت کیا، مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ ہمارے محسن سے یہ آخری ملاقات ہوگی، جلسہ کے بعد میں مدرسہ جانے کی تیاری میں تھا کہ ادارہ کے موقر استاذ حضرت مفتی محمد صادق مصباحی نے جیسے ہی بذریعہ فون انتقال پر ملال کی خبر دی، میں سکتہ میں پڑ گیا، مجھے اس الم ناک خبر پر یقین نہیں ہو رہا تھا۔ اساتذہ و طلبہ سے دل و جان سے محبت کرنے والا عظیم حافظِ قرآن آج ہمارے درمیان سے اپنی یادوں کو چھوڑ کر رخصت ہو گیا۔ میں بھی لڑکھڑاتے قدموں سے اپنے اس محسن کی آخری آرام گاہ کی طرف خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے چل دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور اپنے اس نیک بندے کے صدقے ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ آپ حضرات سے بھی اپیل ہے کہ ہمارے اس عظیم دوست کی مغفرت کے لیے دعا فرمائیں۔ از: نور الہدیٰ مصباحی

مدرسہ سعید العلوم، لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی)

قاری محمد شمشاد عالم قادری کا انتقال

جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرامپور کے سابق استاذ قاری محمد شمشاد عالم قادری کا ۵؍اکتوبر شام ۵؍بجے میڈیکل کالج ٹراما سینٹر لکھنو میں انتقال ہو گیا۔ وہ تقریباً ۲۷ سال کے تھے۔ پس ماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ بڑے لڑکے قاری محمد شمیم قادری کے ذریعہ انتقال کی خبر ملتے ہی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے طلبہ نے قرآن خوانی کا اہتمام کیا۔ ۶؍اکتوبر صبح ۹؍بجے تعزیتی تقریب منعقد ہوئی جس کو خطاب کرتے ہوئے مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے پرنسپل قاری ذاکر علی قادری نے کہا کہ حضرت قاری شمشاد عالم قادری میرے انتہائی مشفق و مہربان استاذ تھے۔۔۔(باقی ص:۲۹ پر)

صدائے بازگشت

محسن و محب اور مدیر گراں قدر حضرت
مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ کے نام کھلا خط

حضرت مدیری المحترم................السلام علیکم

عرض ہے کہ ۲۴؍ستمبر ۲۰۱۶ء کی شام کو کھاگا فتح پور سے مولانا قاری اخلاق احمد صاحب کا اس خاکسار کے پاس فون آیا اور تعریف و توصیف کرتے ہوئے مجھ سے ملاقات کی خواہش بھی ظاہر کی۔ ایک اجنبی کے اچانک ایسے جذبۂ والہانہ سے متعارف ہو کر بہت حیرت ہوئی۔ میں نے عرض کیا: اگر آپ تشریف لا سکیں تو ضرور لائیں، مجھے آپ کا استقبال کر کے بے حد شادمانی ہوگی۔ دوسرے روز تقریباً گیارہ بجے دن میں حضرت قاری صاحب خانقاہ آ گئے، دونوں ہی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور جم کر مصافحہ و معانقہ ہوا، دونوں کی آنکھوں میں عقیدت و محبت کی چمک صاف دکھائی دے رہی تھی، پھر موصوف نے ماہ نامہ اشرفیہ کا شمارہ ستمبر ۲۰۱۶ء پیش کرتے ہوئے فرمایا: اسی شمارے کی بنیاد پر مجھے آپ سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ میں نے تہ دل سے ان کے خلوص و محبت کا شکریہ ادا کیا۔ مختلف موضوعات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ موصوف کا اشارہ پا کر پھر میں تازہ شمارے کا ص: ۴۷، ۴۸، ۴۹ پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

فارسی شعری مجموعہ ”آفتاب بر آمد“ پر مبصر عزیز حضرت گرامی مولانا مبارک حسین مصباحی قبلہ مدظلہ کا تبصرہ پڑھ کر میں حیرت میں پڑ گیا کہ اس نوعیت کے تعریفی و توصیفی جملے میرے حصے میں کیسے آ گئے، میں نے تو ساری زندگی غفلت و لاپرواہی اور سہو و عصیاں میں گذار دی۔ دامنِ حسنِ اخلاق اور جذب خیر کی ایک دھجی بھی سلامت نہیں رکھ پایا، مولانا موصوف نے اس احقر کو نوازنے کی یہ کون سی کوشش کر ڈالی۔ نوازشوں اور عنایتوں کے تناظر میں موصوف قبلہ کی انسیت و محبت اور اعلیٰ ظرفی اپنی دریا دلی تو دکھا گئی مگر خاکسار کو ندامت و شرمندگی کے دلدل میں ڈال گئی۔ اس نوعیت کے حسنِ خیال اور حسنِ ظن کا میں کیسے مستحق ہو گیا:

ع: لطفِ نگاہِ یار مرا کرد سرخرو

بد احتیاطی اور مجرمانہ زندگی نے سب کچھ غارت کر کے رکھ دیا، دعائے نجات و مغفرت کا طالب ہوں۔

تمام عمر بہ جرم و خطا گذشت شمیمؔ
خدا بہ صدقۂ عشقِ نبی کرم بکند

اگر آپ نے یہ لکھا ہوتا کہ یہ وہی گوہر ہے جو تین برسوں تک دار العلوم اشرفیہ کی خاک چاٹتا رہا اور استاذی المغفور حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے قدموں میں منزلیں تلاش کرتا رہا، اگر آپ نے یہ لکھا ہوتا کہ یہ وہی گوہر ہے جو علم و ادب سے تو بیگانہ رہا مگر وقت کے مایۂ ناز اساتذۂ کرام کی بارگاہ میں زانوئے ادب ضرور تہ کرتا رہا، اگر آپ نے یہ لکھا ہوتا کہ یہ وہی گوہر ہے جو ۱۹۷۲ء میں کل ہند تعلیمی کانفرنس کے موقع پر سندِ فضیلت حاصل کرنے کے بعد بھی حضور حافظِ ملت کے حکم پر ایک سال تک تنہا حضور کی قیام گاہ میں جا کر تعلیم پاتا رہا، میرے بعد پھر یہ فخر و سعادت کسی کو حاصل ہوئی یا نہیں، مجھے خبر نہیں۔ **اگر آپ نے یہ لکھا ہوتا کہ یہ وہی گوہر ہے جو الجامعۃ الاشرفیہ سنگ بنیاد سے قبل علامہ الحاج ارشد القادری علیہ الرحمۃ کی قیادت میں پھاوڑا چلانے اور اینٹ ڈھونے والوں میں شامل تھا تو مجھے سب سے زیادہ مسرت محسوس ہوتی۔ آج یہ بھی عرض کرنے کو جی چاہ رہا ہے کہ تعلیمی کانفرنس کے موقع پر ایک نیا جوڑا یعنی کرتا، پائجامہ، شیروانی، صافہ اور بڑا رومال وغیرہا لے کر حضور حافظِ ملت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور میری التجا اور آرزو ہے کہ آج اسی جوڑے کو پہن کر کانفرنس میں تشریف لے جائیں۔ حضرت نے فرمایا: ”سید صاحب آپ کو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔“ مگر میرے مچلتے ہوئے والہانہ پن کا اندازہ لگاتے ہوئے حضرت نے میری دل شکنی نہ کی اور وہی جوڑا زیب تن کر کے کانفرنس میں تشریف لے گئے۔** (سارے کپڑے مبارک پور کے ادریس ٹیلر نے سلے تھے)۔

عظمت و روحانیت اور اخلاقِ کریمانہ کے ایسے علم بردار اب بہت مشکل سے مل پاتے ہیں، ابی المکرم کا انتقال ہوا تو الجامعۃ الاشرفیہ کے کسی بھی فرد کی جانب سے چھوٹا سا تعزیت نامہ تک نہ موصول ہوا، سیکڑوں لوگوں کے سوال کے جواب میں میں یہی کہتا رہا کہ اگر حضور حافظِ ملت کا وصال میرے والد گرامی کے بعد ہوا ہوتا تو وہ تعزیت نامہ پر اکتفا نہ کرتے ہوئے خود تشریف لاتے۔ مختلف تقاریب کے موقع پر حضرت علیہ الرحمہ تین بار خانقاہ حلیمیہ الہ آباد تشریف لائے۔

الغرض دار العلوم اشرفیہ ہو یا الجامعۃ الاشرفیہ، یہ خاکسار اس کے ذکر و بیان سے کبھی غافل نہیں رہتا۔ مشک و عنبر میں بسی ہوئی اس کی دلنواز خوشبوؤں سے میرا دامن ان شاء اللہ تازندگی بھرا رہے گا۔ اشرفیہ کا مجھ پر احسان ہے، اس کی نوازشیں سرمایۂ حیات ہیں۔ یہ جذبہ آپ کے تبصرے

سے پہلے بھی محفوظ ہے، البتہ آپ کے محبت بھرے تبصرے نے پرانی یادوں کو ترو تازہ کردیا۔ ہر انسان اپنی تعریف سے یقیناً خوش ہوتا ہے، لیکن جب اس کے پاس یہ سمجھنے کی بھی صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ مداح کے حیثیت و خاصیت ممدوح پر بھاری ہے تو وہ اس کے حسنِ ظن اور توصیفی نظریات کو امانت سمجھ کر اپنے سینے سے لگالیتا ہے، یہی میں نے بھی کیا ہے۔ آپ نے تبصرے کی ضمن میں میرے آبا واجداد کا بھی ذکرِ خیر کردیا، بڑا کرم کیا۔ تین صفحات پر تبصرے کی چمک دمک نے میرے حوصلوں پر بہت احسان کیا۔ "آفتاب برآمد" کے ابتدائی کلام کے قرینے پر آپ نے جو نشان دہی کی ہے یقیناً قابلِ اعتراف ہے، اسی کو تجزیاتی عمل کا منصفانہ فریضہ کہتے ہیں۔ خلفاے ثلاثہ کی شان میں اشعار کہنے سے محروم رہا، افسوس ہے۔

ماہ نامہ اشرفیہ کا کبھی کبھی دیدار ہوجاتا ہے، شاید سال بھر میں صرف دو تین بار۔ شمارہ ستمبر ۲۰۱۶ء ارسال کرنے کی زحمت فرمائیں، میرے لیے یہ شمارہ اہم ہے۔ تین عدد نعتیہ کلام خدمت میں حاضر کرتا ہوں، اگر قابلِ قبول ہوں تو شائع کردیں۔

جانشینِ حضور حافظِ ملت (علیہ الرحمۃ والرضوان) عزیز ملت حضرت علامہ الحاج شاہ عبد الحفیظ صاحب قبلہ سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ اور تمام اساتذہ و ارکانِ جامعہ کی خدمت میں سلام و نیاز کہیے۔ دعا کرتا ہوں کہ ربِ قدیر، حضرت سربراہِ اعلیٰ کی قیادت و نگرانی میں عظیم تعلیمی ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کو مزید فروغ و ارتقا عطا فرمائے اور حضور حافظِ ملت محدث مبارک پوری کی اس قیمتی امانت اور مایہ ناز یادگار کو ہمیشہ قائم رکھے، آمین۔ طالبِ دعا

سید شمیم احمد گوہر۔ سجادہ نشیں خانقاہ حلیمیہ چک اللہ آباد

ذرا سوچ سمجھ کر دوستی کیجیے

مکرمی و محترمی............................سلام مسنون

انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے کہ اسے کسی نہ کسی ہم نشیں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اب جیسی فطرت ہوگی ویسا ہی دوست اور ہم نشیں و تلاش کرتا ہے۔ اگر صالح فطرت ہو تو وہ صالح انسان تلاش کرتا ہے اور اگر فطرت میں کچھ خرابی ہے تو وہ اپنے آس پاس برے ہم نشینوں کی جماعت اکٹھا کرلیتا ہے۔ اور یہ صد فی صد حقیقت ہے کہ صحبت کے اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔

اگر ہم اپنے گرد وپیش کے حالات کا جائزہ لیں تو یہ حقیقت آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہوجائے گی کہ آج کے زمانے میں مطلبی، خود غرض، دغاباز، جعل ساز، مکار، فریب کار، مفاد پرست، فتنہ پرور اور دوسروں کی زندگی سے کھیلنے والے دوستوں کی کمی نہیں ہے۔ آج کے دور میں صرف ایک ایس ایم ایس، پان اور چائے کی ایک پیالی پر دوستوں کی ایک قطار کھڑی ہوجاتی ہے اور ایسے دوستوں کی بھی کمی نہیں ہے جو صرف اپنے کام کے لیے دوستی کا کھیل رچتے ہیں، جس دن کام نکل گیا، اس دن سے دوستی کا رشتہ بھی منقطع کرلیتے ہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو بڑے آدمی کے دوست ہوجانے کی خام خیالی میں بہت سی امیدیں اس سے وابستہ کر کے اپنے اچھے، مخلص اور وفادار دوست کو چھوڑ دیتے ہیں، حالاں کہ ان کی امیدیں کبھی پوری نہیں ہوتیں، کیوں کہ آج کے دور میں بڑے لوگوں میں خلوص و ایثار کا جذبہ بہت کم ہی پایا جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ مذکورہ اوصاف سے متّصف لوگوں سے دوستی کے لیے ہاتھ بڑھانا چاہیے، جو ہماری دنیا و آخرت برباد کرنے کے درپے ہوں۔ تو میرے بھائی ایسے لوگوں سے دوستی تو کیا ان کے ساتھ بیٹھنے سے بھی گریز کرنا چاہیے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی مانند ہے جو مشک والے کے پاس بیٹھتا ہے، اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی مشک کی خوشبو سے مشامِ جاں معطر اور دل و دماغ کو فرحت و سرور حاصل ہوگا۔ اور برے دوست کی مثال اس آگ کی بھٹی جیسی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھویں سے دامن ضرور سیاہ ہوجائے گا۔" امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "جو دوست مشکل وقت میں کام نہ آئے اس سے بچو کیوں کہ وہ تمھارا سب سے بڑا دشمن ہے۔"

آپ اپنے گرد وپیش کا جائزہ لیجیے اور ایسے لوگوں کی دوستی اور صحبت اختیار کیجیے جو وفا شعار، مخلص اور سچے ہوں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑے پتے کی بات کہی ہے: "دنیا میں ہر شے فانی ہے، تو جس سے محبت کرتا ہے وہ بھی فانی ہے، پس لافانی سے محبت کرنا سیکھ۔" فقط محمد کلیم اشرف رضوی مظفر پوری

متعلّم الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

وہاٹس ایپ کے مظاہرین

مکرمی..................................سلام مسنون

کہتے ہیں کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا پڑتا ہے، آج لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ہم گھر میں بیٹھے رہیں اور ہمارا کام پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے، جیسا کہ آج ۷۴/ مدارس عربیہ کے گرانٹ کا معاملہ برسوں سے لٹکا ہوا ہے۔ کچھ کرم فرما حضرات وہاٹس ایپ پر طرح طرح کا گروپ بنا کر ایک دوسرے کو لاحاصل تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں، **(باقی ص:۵۶ پر)**

مسجد النور، ہوسٹن، امریکہ میں جلسہ تعزیت

۹/ اکتوبر ۲۰۱۶ء، شمالی امریکہ کی عظیم دینی تنظیم النور سوسائٹی آف نارتھ امریکہ کی طرف سے مرکزی جامع مسجد "مسجد النور" میں قائدِ اہلِ سنت، یادگارِ سلف حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ خلیفہ حضور مفتیِ اعظم کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ عصر سے مغرب تک قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اور بعد نمازِ مغرب تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، جس میں شہر کے علمائے اہلِ سنت نے شرکت کی اور اپنے تاثرات پیش کیے۔

پروگرام کا آغاز مولانا قاری شاہد احمد رضوی کی تلاوت سے ہوا اور پھر نعت پاک محمد قاسم خاں نے پیش کی۔ نظامت کا فریضہ مولانا فیضان المصطفیٰ قادری نے بحسن و خوبی انجام دیا۔ مولانا عبد الرب اعظمی نے پہلا خطاب کیا اور حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کے حوالے سے گفتگو کی اور بتایا کہ حضرت شاہ صاحب دین کے حوالے سے کتنا حساس جذبہ رکھتے تھے۔ اس ضمن میں کئی واقعات بھی پیش کیے۔ خاص طور سے افریقی ملک کینیا میں آپ کا تشریف لے جانا، وہاں کے لوگوں میں دینی بیداری پیدا کرنا، اور پھر مسجد کا قیام نیز عالمِ دین کا تقرر کر کے وہاں ایک مذہبی فکر اور پلیٹ فارم فراہم کر دینا وغیرہ۔

اس کے بعد مولانا حامد رضا قادری نے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات پر جامع خطاب کیا۔ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت شاہ صاحب میں یوں تو بہت ساری خوبیاں دیکھی ہیں مگر ایک وصف ایسا تھا جو علما میں کم ہی ملے گا، وہ ہے کہ آپ پروگراموں میں بڑے تو بڑے چھوٹوں کو اتنے القاب و آداب سے نوازتے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ یہ ان کی بڑائی تھی، جس کی وجہ سے ہر کوئی ان کا نیاز مند ہو جایا کرتا تھا۔ زندگی کے مختلف گوشوں پر گفتگو کرنے کے بعد آپ نے اپنا تاثر ختم کر دیا۔

مولانا مسعود رضا نے حضرت کی زندگی پر بڑی جامع گفتگو کی۔ انھوں نے اسلاف کی روشنی میں شاہ صاحب کی زندگی کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا اور بتایا کہ ان کی زندگی اپنے اسلاف کی مکمل آئینہ دار تھی اور وہ شریعت غرّا پر کس قدر سختی سے عامل تھے۔ نظامت کے دوران مولانا فیضان المصطفیٰ قادری اپنے گراں قدر تاثرات سے نوازتے رہے۔

اخیر میں مسجد النور کے خطیب و امام مفتی محمد قمر الحسن قادری نے اپنے گراں قدر تاثر سے لوگوں کو نوازا اور شاہ صاحب سے دیرینہ تعلقات ہونے کی وجہ سے ان کے بارے میں بڑی تاب ناک گفتگو کی۔ آپ نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے میری ملاقات ۱۹۹۲ء میں بمبئی میں ہوئی تھی، یہ پہلی ملاقات تھی، جشن صد سالہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ میں شرکت کے لیے وہ پاکستان سے تشریف لائے تھے اور کارِ نظامت میرے ذمہ تھا۔ پھر دوسری ملاقات ۱۹۹۴ء میں مکہ مکرمہ زاد اللہ شرفھا میں ایک میلاد پاک کی محفل میں ہوئی تھی۔ پھر وہ ۱۹۹۷ء سے ۲۰۱۱ء تک امریکہ تبلیغی دورے پر تشریف لاتے رہے اور ملاقات ہوتی رہی، وہ اپنے اسلاف کی روش پر سختی سے کار بند تھے اور خاص طور سے امام اہلِ سنت سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس قدر والہانہ عقیدت تھی کہ ہر نشست میں ان کا ذکر ضرور فرماتے۔ پاکستان میں وہ رضویات کے علم بردار تھے، قول و فعل، نشست و برخاست، چال ڈھال میں وہ بزرگوں کے آئینہ تھے۔ ان کا اٹھ جانا ایسا خلا ہے جس کا پر ہونا مشکل ہے۔ ان کے جنازے میں ازدحام کی کثرت اس بات کی دلیل ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے تھے۔

اخیر میں صلاۃ و سلام ہوا اور فاتحہ خوانی کر کے ان کی روح کو ایصالِ ثواب کیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب کے عقیدت مندوں کا ایک جمِ غفیر تھا جو اپنے محسن کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے موجود تھا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

از: جاوید پٹیل قادری، رکن مسجد النور، ہوسٹن

مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن لکھنو کا جشن یوم تاسیس و شہدائے کربلا

علم ترقی کا پہلا زینہ ہے۔ معلم کتاب و حکمت پر پہلی وحی پڑھنے سے متعلق نازل ہوئی۔ اللہ نے علم کے ساتھ اپنے نام کو جوڑ دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی علم نفع بخش ہوسکتا ہے جس کی ابتدا اللہ کے نام سے ہو۔ مذکورہ خیالات کا اظہار مفتی محمد اعظم مصباحی استاذ دارالعلوم وارثیہ نے کیا۔ وہ یہاں انجمن فیضان نوری کے تحت مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن شاہی مسجد بڑا چاند گنج کے "۲۶واں جشن یوم تاسیس و شہدائے کربلا" کو خطاب کررہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا نے علم کے میدان میں بے انتہا ترقی کی ہے لیکن آج علم سے فائدہ کم نقصان زیادہ دیکھنے کو مل رہا ہے کیونکہ انسان اپنے خالق کو بھول گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ علم دین سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے درس و تدریس اور اصلاح و تزکیہ کا جو سلسلہ قائم کیا تھا مدارس اسلامیہ اسی طریقۂ تعلیم پر عمل پیرا ہیں۔ انہوں نے کہا کہ استاذ و شاگرد کا رشتہ بڑا نازک ہوتا ہے۔ استاذ کے ادب و احترام کے بغیر طالب علم کی کامیابی ناممکن ہے۔ طلباء کو چاہیے کہ وہ اپنے اساتذہ کی رضاجوئی حاصل کریں۔ انجمن کے ذمہ داران کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہی قوم زندہ رہتی ہے جو اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھتی ہے اور ماضی کے حالات کو مدنظر رکھ کر مستقبل کا لائحہ عمل تیار کرتی ہے۔

مولانا غلام مصطفی مصباحی استاذ دارالعلوم حنفیہ کلیان پور نے کہا کہ محرم الحرام کا مہینہ رسول اکرم، صحابۂ کرام اور نواسۂ رسول کی لازوال قربانیوں کی یاد کو تازہ کرتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے دین کی بقا کے لیے جو قربانی پیش کی اسے کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے کہا کہ امت مسلمہ کو چاہیے کہ وہ سنت رسول کے ساتھ صحابہ اور بزرگان دین کے طریقے پر سختی سے قائم رہے تبھی ایمان و عقیدہ کا تحفظ ہوسکتا ہے۔ مولانا محمد عرفان قادری نے اپنے خطاب میں کہا کہ آل رسول کی محبت جزو ایمان ہی نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔ قرآن کی متعدد آیات اہل بیت کے فضائل میں وارد ہوئی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جس کے دل میں اہل بیت کی محبت نہیں وہ مومن نہیں ہوسکتا۔ قاری نور محمد اشرفی نے خلفائے راشدین کی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام کے بعد سارے انسانوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک موقع پر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا ہے مگر ابوبکر کے احسان کا بدلہ باقی ہے۔

جشن کا آغاز قاری رحمت اللہ کی تلاوت قرآن پاک سے ہوا۔ ملا کرامت، قاری تہذیب رضا، قاری محمد ظہیر، قاری امان المصطفیٰ نے نعت و منقبت پیش کی۔ جشن کی سرپرستی مدرسہ حنفیہ ضیاء القرآن کے صدر المدرسین قاری ذاکر علی قادری، صدارت ادارہ کے منیجر حاجی محمد افتخار حسین برکاتی اور نظامت مولانا محمد عظیم ازہری نے کی۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد مفتی محمد اعظم مصباحی کی دعا پر جشن کا اختتام ہوا۔ اس موقع پر قاری غلام غوث الوریٰ برکاتی، قاری محمد ظفیر رضوی، قاری محمد تبریز قادری، مولانا خالد اشرفی، قاری بدرالدین، قاری محمد صدیق، قاری امیر الحق، حاجی مشرف زماں حشمتی، ماسٹر مرتضیٰ حسین، مولانا محمد سہراب رضا، اعجاز القمر صدیقی، محمد صدیق، حاجی محمد شبراتی، محمد شاہد خاں، ماسٹر مظہر حسین، حاجی محمد یونس قادری کے علاوہ کثیر تعداد میں معززین موجود تھے۔

تین طلاق کے مسئلے پر پھپھوند شریف میں ایک اہم نشست

جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف میں طلاق ثلاثہ پر مرکزی حکومت کے مخالفانہ موقف، قانون کمیشن کے ذریعہ اس مسئلے پر رائے طلبی اور سپریم کورٹ میں دائر حلف نامہ کے خلاف احتجاج اور غم و غصے کا اظہار کرتے ہوئے ایک اہم نشست کا انعقاد ہوا، جس کی سرپرستی جامعہ کے سربراہ اعلیٰ حضرت مولانا سید محمد انور چشتی صاحب قبلہ نے فرمائی اور صدارت کے فرائض جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی صاحب نے انجام دیے۔

حضرت مولانا سید محمد انور چشتی نے اپنے بیان میں کہا کہ مرکزی حکومت ہندوستانی مسلم خواتین پر ظلم و زیادتی کے انسداد کا بہانہ بنا کر یکساں سول کوڈ کے نفاذ کی جو ناپاک کوشش کررہی ہے، ہندوستانی مسلمان اسے کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کرے گا۔ مرکزی حکومت کی جانب سے طلاق ثلاثہ کے سلسلے میں داخل حلف نامہ ہندوستانی مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر حملہ اور خالص شرپسندی ہے۔ طلاق ثلاثہ خالص مسلم پرسنل لاء کا مسئلہ ہے، اس میں مرکزی حکومت کو کسی بھی طرح مداخلت کا کوئی حق

حاصل نہیں ہے۔

ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے جہاں ہر مذہب کے ماننے والوں کو اپنے مذہبی آئین کی روشنی میں زندگی گزارنے کا دستوری حق حاصل ہے، اس میں کسی بھی طرح چھیڑ چھاڑ ملک کی جمہوری حیثیت کو چیلنج کرنے کے مرادف اور ملک کو توڑنے کی ایک ناپاک سازش ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ مرکزی حکومت یکساں سول کوڈ کے نفاذ اور طلاق ثلاق ثلاثہ کے مسئلے پر سر کھپانے کے بجاے مسلمانوں کے اقتصادی، معاشی اور تعلیمی مسائل پر توجہ دے تو بہتر ہوگا، در اصل مرکزی حکومت اس طرح کے ایشوز اٹھا کر اپنی ناکامیوں کو چھپانا اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتی ہے۔ مرکزی حکومت کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ ہندوستانی مسلمان شرعی قوانین میں کسی بھی قسم کی ترمیم کو ہر گز برداشت نہیں کرے گا، مسلمانوں کے لیے اسلام کا پیش کردہ نظامِ حیات کافی ہے، انہیں کسی بھی نئے قانون کی ضرورت نہیں۔

جامعہ صمدیہ کے شیخ الحدیث حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی نے اپنے بیان میں کہا کہ طلاق ثلاثہ کے نفاذ کا مسئلہ قرآن وحدیث، صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ اربعہ کے یہاں متفق علیہ ہے، ہر زمانے میں ہمارے سلف وصالحین نے ایک نشست میں تین طلاق کو تین ہی قرار دیا ہے، اس میں نہ تو عورت پر کوئی ظلم وزیادتی ہے اور نہ ہی اس کے حقوق کی پامالی۔ مرکزی حکومت کے ذریعہ مسلمانوں کے ایک متفق علیہ مذہبی وفقہی مسئلے کو موضوع بحث بنا کر اس ترمیم کا مطالبہ کرنا سراسر بد دیانتی اور آئین ہند کی بھی خلاف ورزی ہے۔

انہوں نے مزید کہا کہ ملک کے مسلمان بڑی خستہ حالی اور بے روزگاری کے شکار ہیں، خواتین کی عزت وآبرو داؤ پر لگی ہے، آئے دن لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت اور عصمت دری کے واقعات رونما ہو رہے ہیں، عورتوں کی خودکشی اور خود سوزی کی ہیبت ناک خبریں روزانہ میڈیا میں ظاہر ہوتی ہیں، حکومت ان سنگین مسائل کے سدباب کے لیے کوئی موثر لائحہ عمل کیوں تیار نہیں کرتی؟ کیا صرف طلاق ثلاثہ کا مسئلہ مسلم خواتین کی زندگیوں کو خوش گوار بنا دے گا؟ در اصل چند مسلم خواتین کو ہائی جیک کر کے آر ایس ایس کی ذہنیت رکھنے والے لوگ مسلمانوں کے مذہبی مسائل کو موضوع بحث بنا کر یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام کا نظام ونکاح وطلاق ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتا اس لیے ملک کی مسلم خواتین کے حقوق کی حفاظت یکساں سول کوڈ کے نفاذ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

انہوں نے مرکزی حکومت کے اس تشویش ناک اقدام کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ مرکزی حکومت اپنا حلف نامہ واپس لے کر اسلامی شریعت میں مداخلت سے باز آئے ورنہ اس کے سنگین نتائج سامنے آئیں گے۔ انہوں کہا کہ سپریم کورٹ کو چاہیے کہ اس عرضی کو فوری طور پر خارج کر کے مرکزی حکومت کے اس اقدام کی مذمت کرے کیوں کہ مسلم پرسنل لاء میں کسی بھی طرح کی مداخلت آئین ہند کی سراسر خلاف ورزی ہے۔

نشست میں حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری، مولانا محمد ساجد رضا مصباحی، مولانا غلام جیلانی مصباحی، مولانا خلیل اللہ نظامی، مولانا امیر الحسن چشتی، مولانا احکام علی چشتی، مولانا عابد چشتی، مولانا انصار رضا مصباحی، مولانا توقیر رضا مصباحی، مولانا آفتاب عالم صمدی، مولانا گل شاد چشتی، قاری عبد الحمید چشتی، قاری سرتاج چشتی، قاری ایوب چشتی، حافظ ہاشم چشتی اور مختلف شعبوں کے اساتذہ وطلبہ نے شرکت کی۔

از: ساجد رضا مصباحی، استاذ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف

(ص:۵۳ کا بقیہ)۔۔۔ بات جب آتی ہے لکھنؤ میں دھرنا ومظاہرہ کی تو لگتا ہے انھیں سانپ سونگھ گیا۔ ایسے افراد چاہتے ہیں کہ گھر بیٹھے ہی انھیں لڈو مل جائے۔ کچھ اہلِ مدارس نے بتایا کہ مدارس کے معاملات جو ابھی تک معلق ہیں اس کے لیے صرف حکومتیں ہی ذمہ دار نہیں ہم خود بھی ذمہ دار ہیں۔ اپنی بات منوانے کے لیے ہمیں حکومت کو اپنی طاقت کا احساس دلوانا چاہیے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جب دھرنا مظاہرہ کا وقت آتا ہے تو اکثر لوگ راہِ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ جو لوگ جاتے ہیں ان میں سے کچھ لوگ لکھنؤ بھول بھلیا سمیت دیگر تفریح گاہوں کی طرف رخ کر لیتے ہیں، بہت کم ہی لوگ مظاہرہ گاہ تک پہنچتے ہیں۔ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ جس طرح ۷۴۶ر مدارس عربیہ کا معاملہ معلق ہے، اسی طرح ۹۷ر مدارس عربیہ کی گرانٹ کا بھی معاملہ لٹکا ہوا تھا، غنیمت کہیے کہ اس وقت وہاٹس ایپ گروپ نہیں تھا، نہیں تو آج تک ۹۷ر مدرسے گرانٹ پر نہیں آئے ہوتے۔ جس طرح آج ہو رہا ہے اس وقت بھی وہاٹس ایپ پر اپنی حاضری درج کرا کر مظاہرہ کرنے والوں میں اپنا نام درج کر دیتے۔ اس ضمن میں ۲۰ر اکتوبر کو لکھنؤ میں ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش کے ذمہ داران نے احتجاج کا پروگرام کیا ہے، اب دیکھنا ہے کہ حکومت کے موجودہ ذمہ داران عملی طور پر کیا کرتے ہیں۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج (یوپی)